اسلامی آداب معاشرت

حصہ اول

مولانا عبدالرؤف ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی آداب معاشرت

حصہ اوّل

-: تألیف :-

مولانا عبدالرؤف خاں ندوی حفظہ اللہ

-: تخریج وتحقیق :-

مولانا ناز بیر احمد عبدالمعبود مدنی حفظہ اللہ

-: ناشر :-

مجلس التحقیق الاسلامی
تلشی پور، بلرام پور، یوپی، انڈیا

سلسلۂ اشاعت مجلس ۲۳

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: اسلامی آداب معاشرت حصہ اول

نام مؤلف: مولانا عبدالرؤف خاں ندوی حفظہ اللہ

تخریج وتحقیق: مولانا ناز بیر احمد عبدالمعبود مدنی حفظہ اللہ

طبع اول سال اشاعت ۱۹۹۲ء: دو ہزار

طبع دوم سال اشاعت ۱۹۹۳ء: ایک ہزار

طبع سوم سال اشاعت ۱۹۹۸ء: دو ہزار

طبع چہارم (مع مفید اضافہ) حصہ اول سال اشاعت ۲۰۰۷ء: دو ہزار

صفحات: ۱۹۲

کمپوزنگ: شمیم احمد خاں ندوی

مطبع:

ملنے کے پتے

۱- محمد ظفر عبدالرؤف محمدی محلّہ پُوروہ تلشی پور ضلع بلرامپور یوپی ۲۷۱۲۰۸

فون نمبر: 05264244008

۲- مکتبہ جریدہ ترجمان اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار جامع مسجد نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶

۳- مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴، اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ
طبع سوم	۷
طبع چہارم	۱۰
اللہ کے حقوق	۱۵
رسول اللہ ﷺ کے حقوق	۲۹
والدین کے حقوق	۳۹
☆ماں کا عظیم حق	۴۳
☆ایک واقعہ	۴۴
☆دوسرا واقعہ	۴۵
☆جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے	۴۸
☆والدین کے ساتھ حسن ادب	۵۰
☆خدمت والدین موجب جنت	۵۲
☆والدین کی رضامندی	۵۳
☆ملعون شخص	۵۴
☆خدمت والدین جہاد سے افضل ہے	۵۴
☆والدین کو راضی رکھنے کا حکم	۵۶
☆رضاعی ماں کا حق	۵۶
☆خالہ کے ساتھ حسن سلوک	۵۷
☆والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔	۵۸
☆والدین کی نافرمانی موجب جہنم	۵۹

عنوان	صفحہ
☆اطاعت والدین طلاق کے معاملے میں	۶۱
☆خدمت والدین کا پھل دنیا میں	۶۴
☆ماں کی خدمت کا ایک نایاب واقعہ	۶۶
☆دوسرا واقعہ	۶۷
☆باپ کی خدمت کا ایک لطیف واقعہ	۶۷
☆باپ کی خدمت کا ایک نادر واقعہ	۶۸
☆والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک	۷۰
☆عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ	۷۱
☆چچا و بھائیوں کے حقوق	۷۲
☆مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک	۷۲
☆والدین کے لئے دعائیں	۷۴
اولاد کے حقوق	۷۶
☆عربوں کا اصول تربیت	۸۳
☆ہم اپنی اولاد کی اخلاقی و دینی تربیت کیسے کریں؟	۸۵
☆سلف صالحین کے چند واقعات	۱۴۳
☆پہلا واقعہ	۱۴۳
☆دوسرا واقعہ	۱۴۴
☆تیسرا واقعہ	۱۴۶
☆چوتھا واقعہ	۱۴۶
☆پانچواں واقعہ	۱۴۷
☆چھٹا واقعہ	۱۴۷

☆سرپرستوں کی ذمہ داری	۱۴۸
☆اولاد کی غلط تعلیم وتربیت کے چند واقعات	۱۴۹
☆اپنی اولاد کو بری صحبت سے بچاؤ	۱۵۰
☆پہلا واقعہ	۱۵۳
☆دوسرا واقعہ	۱۵۴
☆تیسرا واقعہ	۱۵۴
☆چوتھا واقعہ	۱۵۵
☆پانچواں واقعہ	۱۵۵
☆چھٹا واقعہ	۱۵۶
☆ساتواں واقعہ	۱۵۷
☆آٹھواں واقعہ	۱۵۷
☆ہر ایک سے سوال ہوگا	۱۶۱
☆باپ کی ناقص تربیت کی شکایت	۱۶۲
☆ایک حیرت انگیز واقعہ	۱۶۳
☆باپ کی حسن تربیت کا ایک واقعہ	۱۶۴
☆اولاد سے محبت	۱۶۵
☆لڑکیوں کی پرورش وتربیت پر جنت کی بشارت	۱۶۷
☆بے سہارا لڑکی کی کفالت	۱۶۸
☆اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک	۱۶۸
عقیقہ کی مشروعیت اور اس کے احکام	۱۷۳
☆مولود کو دعا دینا	۱۷۳

☆مولود کے کان میں اذان کہنا	۱۷۳
☆عقیقہ کی مشروعیت اور تاکید	۱۷۵
☆عقیقہ کا مستحب وقت	۱۷۷
☆عقیقہ میں قربانی کے شرائط کا لحاظ	۱۸۰
☆ذبح اور نحر کی تعریف	۱۸۲
☆عقیقہ اور قربانی کی دعا	۱۸۳
☆عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کا حکم	۱۸۴
☆عقیقہ اور مروجہ رسومات	۱۸۵
اسلام میں ختنہ اور سائنسی تحقیقات	۱۸۶
☆ختنہ کے طبی پہلو	۱۹۰
☆ختنہ اور مروجہ رسومات	۱۹۱

اسلامی معاشرہ اور مغربی معاشرہ

ہمارے جاننے والوں میں سے
ایک صاحب جو کنیڈا میں مقیم ہیں ایک واقعہ سنایا
کہ ان کے پڑوس میں ایک ضعیف خاتون رہتی تھیں ایک
بار وہ گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ وہ صاحبہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی
باہر آئیں اور اپنے گیٹ کو پکڑ کر کھڑی ہوگئیں وہ آگے بڑھے اور
خیریت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ طبیعت خراب ہے اور اسپتال سے دوا لانا
ہے ان صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں اور اپنا کام ملتوی کر کے ان صاحبہ کو
دوا دلا دی جب وہ جانے لگے تو ان خاتون نے معلوم کیا کہ گاڑی کا پٹرول اور ان
کی اس سروس کے کتنے روپئے ہوئے وہ صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ میں اپنی والدہ
کی دوا بھی لاتا ہوں آپ کے لئے بھی اس جذبہ سے دوا لایا ہوں ماں کی خدمت کا
معاوضہ نہیں ہوتا ان صاحبہ نے حیرت سے دیکھا اور بولیں پچھلے ہفتہ میری بیٹی نے اپنے
شوہر کو بھیجا تھا اس نے تو مجھ سے دونوں چیزوں کا حساب کیا تھا آج وہ مصروف تھا اس
لئے نہیں آیا ویسے یہ حساب تو سبھی کرتے ہیں ان صاحب نے فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں
اور اپنی ماں کی خدمت کے لئے ہم اپنے ہر کام کو ملتوی کر سکتے ہیں اس لئے کہ
ہمارے مذہب میں آخرت پر یقین ہے جہاں ہمارے تمام اعمال وافعال کا حساب
ہوگا آپ کو جب بھی ضرورت ہو مجھے فون کر دیا کیجئے مجھے اس تمام خدمت کا صلہ
آخرت میں ملے گا اور وہی دراصل میرا معاوضہ ہوگا یہ ہے وہ اسلامی معاشرہ
جو ایک ماں اپنی اولاد میں منتقل کرتی ہے یہ ہیں وہ بہترین افراد جو دین
حق کا تعارف دیتے ہیں ان صاحب کی والدہ محترمہ اعلی تعلیم یافتہ
مہذب دیندار گھریلو خاتون ہیں جنہوں نے ایک بہترین
نسل اس معاشرے کو دی ہے۔

(ماہنامہ نداء الصفا نئی دہلی مئی ۲۰۰۶ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبع سوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ . اَمَّا بَعْد :

اسلام کو چودہ سوسالہ طویل سفر میں اس طرح مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کی صورت پہچاننی مشکل ہوگئی ہے بدعات وخرافات اوہام وخیالات کی ایک موٹی پرت اس کے روشن چہرہ پر ڈال دی گئی ہے اس کے صاف وشفاف چشمہ میں غیر اسلامی افکار ونظریات کی آمیزش سے اس کو مکدر کر دیا گیا ہے اور عقیدہ توحید کا کس کس طرح خون کیا جا رہا ہے الامان والحفیظ۔

یہ سب کیوں ہوا اور کیونکر ہوا یہ ایک وسیع موضوع ہے افسوس کہ موجودہ دور میں امت کا سواد اعظم خود ساختہ شریعت کو اپنائے ہوئے ہے اس میں نہ جانے کتنی خرافات بدعات اور محدثات کو داخل کرلیا گیا ہے اور بدقسمتی سے ان کو دین کا نام دے دیا گیا ہے حالانکہ ہمارے صحیح وسقم کو ممیّز کرنے اور خوب وناخوب کو چھانٹنے کے صرف دو ذریعہ ہیں جو باہم لازم وملزوم ہیں:

١-قرآن مجید ٢-احادیث نبوی ﷺ

مذہب اسلام نے اگر ایک طرف انسانوں کو انفرادی زندگی کی اصلاح کی کوشش کی تو دوسری طرف معاشرہ کو سدھارنے کے لئے واضح تعلیمات دی ہیں کہ انسانی برادری کا باہم رہن سہن کس طرح ہونا چاہئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ماں

اور باپ اور اولاد کے ہمارے اوپر کیا حقوق ہیں؟ پڑوسیوں رشتہ داروں مہمانوں فقراء ومساکین پریشان حال قرضداروں اور عام مسلمانوں اور برادران وطن کے ساتھ کس طرح سلوک وبرتاؤ ہونا چاہئے عقیقہ ختنہ نکاح وشادی میں کس طرح حصہ لینا چاہئے میاں بیوی کے درمیان باہم کس طرح رابطہ ضروری ہے اور انسانی سماج کن اصول وضوابط پر چل کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہوسکتا ہے مگر آج کیفیت یہ ہے کہ مذہب اسلام نے مسلمانوں کو جو تہذیبی ومعاشرتی امتیاز عطا کیا تھا وہ خرافات ودھول میں غائب ہوگیا ہے سچ ہے

حقیقت روایات میں کھوگئی
یہ امت خرافات میں کھوگئی

یہ کتاب اسی مقصد کے پیش نظر لکھی گئی ہے کہ مسلمان غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں سے باز آجائیں اور اللہ کے فرائض واحکام کی پابندی کریں کیونکہ قرآن وحدیث پر جو تعلقات استوار کئے جائیں گے وہ کامیاب ہوں گے ان کے علاوہ جس اساس پر بھی یہ تعلقات قائم ہوں گے ان کی ناکامی یقینی ہے۔

اس کتاب کی جو قدر ہوئی ہے وہ توقع سے زیادہ (الحمدللہ علی ذالک) کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن پریس سے نکلتے ہی ہاتھوں ہاتھ دین پسند حلقوں میں تقسیم ہوگیا اور اب اہل علم باذوق حضرات کے شدید تقاضے کی بنا پر اسے سہ بارہ شائع کیا جا رہا ہے احادیث کی تحقیق وتخریج پر خاص توجہ دی گئی ہے جو بات بھی کہی گئی ہے کتاب وسنت کی روشنی میں کہی گئی ہے کوئی بات بلاثبوت ودلیل کے نہیں کہی گئی ہے۔

دعا ہے کہ رب رؤف اس کتاب کی افادیت کو عام کرے اور عوام کے لئے ہدایت کا بہتر ذریعہ بنائے معاونین کرام کو اجر عظیم سے نوازے اور ناچیز کی کوشش کو

قبول فرمائے اور اس کا ثواب میرے والدین مرحومین کے نامہ اعمال میں ثبت فرمائے آمین یارب العالمین۔

﴿ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم﴾

والسلام

محتاج دعا

عبدالرؤف ندوی

مدیر

مجلس التحقیق الاسلامی تلشی پور

ضلع بلرام پور، یوپی

۲۷ رنومبر ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبع چہارم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ . اَمَّا بَعْد :

دعوتی و اصلاحی کام خالصتاً مسلمانوں کا دینی وملی فریضہ ہے قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

تم مسلمان سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کی طرف بھیجا گیا (تاکہ تم) لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو۔

ملت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو بگڑا نہ ہو آج مسلم معاشرے میں اکثر لوگ بدترین قسم کے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ خرافات منکرات اسقدر عام ہو چکے ہیں کہ انہیں معیوب نہیں سمجھا جاتا جیسے حقوق العباد کی پامالی والدین کی نافرمانی، اولاد کی غلط تربیت، اولاد میں ناانصافی، ترک نماز روزہ زکوۃ نہ دینا، چوری ڈکیتی، رشوت لینا اور دینا، جھوٹ مکاری، دھوکہ دہی، حسد، بدگمانی، کینہ، بغض، بے حیائی، نفس پرستی، بے پردگی، شراب نوشی، سودخوری، جوابازی، سٹہ بازی، شطرنج بازی، کبوتر بازی، غیبت، چغل خوری، یتیموں کا مال کھانا، غریبوں بے کسوں بیواؤں کو دھتکارنا، پڑوسی کو ستانا، رشتہ منقطع کرنا، صلہ رحمی نہ کرنا، ماتحتوں کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناپ تول میں کمی جھوٹی گواہی دینا، عورتوں کو حقوق سے محروم کرنا، عورتوں پر ظلم ڈھانا، عورتوں کو ترکہ اور وراثت سے محروم رکھنا، عورتوں کو مہر نہ دینا، بیویوں کے جہیز اور سامان کو ہڑپ کرلینا،

بات بات پر طلاق ، جہیز نہ لانے پر طلاق ، بیوی کے کھیت اور مکان پر قبضہ کرنا ، بہوؤں کو جلا دینا، معمولی بات پر مارنا پیٹنا، گالی گلوج دینا، عورتوں کے حقوق نہ ادا کرنا، بیواؤں اور طلاق شدہ عورتوں کو دوبارہ شادی نہ کرانا اور شادی نہ کرنے دینا، شادی کو مال بٹورنے کا ذریعہ سمجھنا، رشتہ طے کرتے وقت روپئے سامان اور قیمتی زیورات کا مطالبہ کرنا، تعلیم یافتہ لڑکوں کے لئے لاکھوں روپئے مانگنا، لمبی لمبی بارات لے جانا، دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کو اور تیسری شادی کے لئے دوسری بیوی کو طلاق دینے میں تکلف نہ کرنا اس طرح اسلام کی تمام شکلیں مٹ چکی ہیں اب تو نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ شہروں میں ہائرا یجوکیشن والی مسلم سوسائٹی میں مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے کھلے عام شادیاں کررہی ہیں غرضیکہ اس قسم کی متعدد برائیاں معاشرے میں اس طرح عام ہیں کہ زندگی کا ایک جز بن گئی ہیں حالانکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے انہیں بدترین گناہ قرار دے کران سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

یہ بات شاید عام طور پر تسلیم کی جائے گی کہ دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کی بہ نسبت مسلمان اپنے مذہب سے زیادہ وابستہ ہیں ان کی کوشش رہتی ہے کہ مذہب جو حکم دیتا ہے اس پر چلیں اور جس بات سے روکتا ہے اس سے دور رہیں اس لئے امید کی جاسکتی تھی کہ مسلمان جس کے دل ودماغ اور افکار وجذبات پر دین کی پکڑ مضبوط ہے مثالی کردار کے حامل ہوں گے لیکن ہو رہا ہے اس کے برعکس افسوس کہ جو قوم دوسروں کی اصلاح ودعوت کے لئے مامور ہوئی تھی وہ اس وقت دنیا کی دوسری قوموں سے کہیں زیادہ اصلاح کی محتاج ہے۔

یہاں بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ نماز روزہ کرتے ہیں ان غیر مسلموں سے جنہیں ظاہر ہے کہ نماز روزہ سے کوئی سروکار نہیں اپنے معاملات اور اپنے طور طریقوں اور اخلاق میں کسی طرح بھی بہتر ہیں ہمارے

یہاں عام طور پر یہ سمجھا جارہا ہے کہ نماز روزہ کے پابند رہو پھر گناہ خود بخود معاف ہوتے چلے جائیں گے حالانکہ ایسا سوچنا غلط ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾[١]

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

جب تک اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے تمام احکام وفرامین پر پوری طرح کاربند نہ ہوں گے تو کشتی ساحل مراد پر نہ لگے گی راہ نجات صرف اور صرف اسی میں ہے کہ جب ہم عقائد کو اعمال وحقوق العباد سے ہم آہنگ کرلیں۔

ہمیں انتہائی کرب کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے غیر مسلم پڑوسی ان سے زیادہ قابل بھروسہ ہیں اور معاملات میں اکثر کھرے اترتے ہیں۔

محترم مولانا عتیق الرحمان سنبھلی حفظہ اللہ مدیر الفرقان لکھنؤ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:[٢]

''مولانا محمد عمران خاں ندوی رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھوپال کی تاج المساجد کی توسیع اور تکمیل میں بڑی دشواریاں سرکیں تکلیفیں اٹھائیں مسجد کے حاشیوں پر بہت سی دوکانیں بنوادی تھیں کہ ان کی آمدنی سے مسجد کی نگہداشت ہوسکے اور ملحق مدرسہ کو چلایا جاسکے اور انہوں نے یہ التزام کیا کہ یہ دوکانیں واجب کرایہ پر مسلمانوں کو دیں مقصد یہ بھی تھا کہ انہیں روزگار مل جائے لیکن زیادہ تر کرایہ داروں نے اپنے آپ کو مذکورہ رعایت اور اعتبار کا نااہل قرار دیا کرایہ مانگا گیا تو جواب ملا کرایہ کیسا؟ مسجد مسلمانوں کی ہے ہم بھی مسلمان ہیں مجبوراً انہیں بے دخل کرایا گیا اور دوکانیں غیر مسلموں کو اٹھادی گئیں روایت ہے کہ موجودہ دوکاندار وقت سے پہلے بڑھا ہوا کرایہ بلا تامل ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔''

مسلمانوں کے زوال کا اصلی سبب یہ ہے کہ اعمال کو عبادات سے بے تعلق

---

[١] البقرۃ: ٢٠٨

[٢] ماہنامہ الفرقان مئی ٢٠٠٥ء

کر دیا ہے بیماری کی جڑ یہی ہے عبادات کو اعمال سے دور رکھنا حقوق العباد معاملات میں کھرا پن سے صرف نظر کا المناک انجام ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جو سراسر تصویر عبرت ہے۔

کسی کے کردار کو آنکنا ہوتا ہے تو ہم بالعموم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی ظاہری وضع قطع، شکل وصورت شریعت کے مطابق ہے اور وہ نماز روزہ کا پابند ہے یہ دیکھنے کی ہم کوشش ہی نہیں کرتے کہ کیا وہ سچا ہے معاملات میں کھرا ہے غریبوں، مجبوروں بے کسوں کی مدد کرتا ہے اپنے پڑوسیوں کو تو نہیں ستاتا دوسروں کے حقوق کو تو غصب نہیں کرتا دوسروں پر تو ظلم نہیں کرتا امانت میں خیانت تو نہیں کرتا؟ جھوٹ تو نہیں بولتا فراڈ تو نہیں کرتا سود تو نہیں کھاتا رشوت تو نہیں لیتا دیتا حرام تو نہیں کھاتا وعدہ خلافی تو نہیں کرتا رشتہ داروں کی طرف سے غفلت تو نہیں برتتا؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہ کتاب اسی مقصد کے پیش نظر لکھی گئی ہے کہ مسلمان غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں سے باز آجائیں اور اللہ کے فرائض واحکام کی پابندی کریں ضرورت ہے کہ اعمال ومعاشرتی اصول کو عبادات سے ہم آہنگ کرلیں۔

الحمدللہ اس کتاب کی توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی عوام وخواص نے بے حد پسند کیا اس کتاب کے حوالہ جات میں جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے یہ طریق کار اکثر و بیشتر ممالک اسلامیہ کے تحقیقی اداروں میں مستعمل ہے جس سے کتاب کی افادیت بڑھ جاتی ہے اس طرح یہ کتاب اردو زبان میں اصلاح معاشرہ کے موضوع پر نہایت جامع مستند اور مفید کتاب ہوگئی ہے۔

اس کتاب کی عظیم افادیت کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے ہاتھ میں پہونچے تاکہ اس کی مدد سے وہ اپنے اعمال افعال کو توحید وسنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

آج کی بھاگم بھاگ اور دوڑ دھوپ کی اس مشینری دور میں ہر ایک کو عدم

فرصت کا شکوہ ہے موٹی کتابیں دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہیں قارئین کی عدیم الفرصتی اور ہجوم کار کے پیش نظر اس ضخیم کتاب کے تین حصے کردیئے گئے ہیں تاکہ قارئین اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں۔

شائقین حضرات کے اصرار پر قارئین کی خدمت میں اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن حصہ اول مع مفید اضافہ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں حصہ دوم کے عناوین حسب ذیل ہوں گے:

نفس کے حقوق، قرابت داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسلمانوں کی باہمی حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، خاوند اور بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، فقراء ومساکین کے حقوق، غلاموں کے حقوق، محنت کشوں اور مزدوروں کے حقوں، جانوروں کے حقوق وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب کے لکھنے والے پڑھنے والے اور اس کی طباعت واشاعت میں کسی قسم کا حصہ لینے والوں کے لئے اس علمی صدقہ جاریہ کی اشاعت پر اجر عظیم عطا فرمائے اور اعمال حسنہ میں درج فرماکر سعادت دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

محتاج دعا

عبدالرؤف خاں ندوی

مدیر

مجلس التحقیق الاسلامی تلشی پور ضلع بلرام پور

۳۰/جون ۲۰۰۶ء

اللہ تعالیٰ کے حقوق

حقوق میں سب سے ضروری اور سب سے زیادہ عظمت واہمیت کا حامل حق اللہ ہی کا ہے کیونکہ وہ اس اللہ کا حق ہے جو کائنات عظیم کا مالک اور جملہ امور کا مدبّر ہے اس مالک حقیقی کا حق ہے کہ جس کی ذات سراپا حق ہے جو خالق، مالک، رازق، پالنہار، حی اور قیوم ہے اور جس کی بدولت آسمان وزمین قائم ہیں اس نے ہر چیز کو وجود بخشا اور کمال حکمت کے ساتھ ان کا صحیح صحیح اندازہ مقرر فرمایا اس اللہ کا حق ہے جس نے ان گنت نعمتوں سے تمہاری اس وقت پرورش کی جب تم ماں کے پیٹ میں تین تاریکیوں کے اندر گھرے تھے جہاں نہ کوئی تمہیں خوراک پہونچا سکتا تھا اور نہ زندگی کی بقا اور اس کی افزائش کے دوسرے لوازمات تمہارے لئے فراہم کرسکتا تھا اس نے تمہارے لئے ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ کی نہریں جاری کیں اور خیر وشر دونوں قسم کے راستوں کی جانب تمہاری رہنمائی فرمائی اور تمہارے ماں باپ کو تمہارا گرویدہ بنا دیا تھا تمہاری ہر طرح سے مدد کی تمھیں مختلف صلاحیتوں اور نعمتوں سے نوازا عقل وشعور سے بہرہ ور کیا اور ان نعمتوں کے اخذ وقبول اور ان کے استفادہ کی صلاحیت ودیعت فرمائی:

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾[۱]

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم

۱ النحل:۷۸

شکر گزاری کرو۔

اللہ تعالیٰ اگر پل بھر کے لئے تم سے اپنا فضل وکرم روک لے اور اپنی رحمتوں سے تمہیں محروم کردے تو تم تباہ وبرباد ہوجاؤ زندہ نہ بچو جب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ونوازش تم پر اتنا زیادہ ہے تو اسکا حق بھی سب سے زیادہ عظیم ہوگا کیونکہ یہ تمہیں وجود بخشنے اور مختلف صلاحیتوں اور نعمتوں سے نوازنے کا حق ہے وہ تم سے روزی اور خوراک کا خواہاں نہیں:

﴿لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾[۱]

ہم تم سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم تجھے روزی دیتے ہیں آخر میں بول بالا پرہیزگاری ہی کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اتق الله حيث ما كنت"[۲]

تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر۔

اس حدیث میں تقویٰ کی تاکید ہے تقویٰ کا مطلب اللہ کا ڈر اور اس کا خوف ہے انسان جہاں کہیں بھی ہو جلوت میں ہو یا خلوت میں تخت شاہی پر براجمان ہو یا کسی کٹیا میں قیام پذیر ہو اس کے دل میں یہ خوف وڈر ہو کہ اگر میں نے غلط کام کیا اللہ کی نافرمانی کی اور اس کی حدوں کو پامال کیا تو وہ میری گرفت فرمائے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے دلوں میں یہ تقوی صحیح معنوں میں جاگزیں ہوگیا تھا تو اس نے ان کی زندگیوں کی کایا پلٹ دی تھی وہ راہزن سے رہبر بن گئے تھے شرکی بجائے خیر کے پیامبر بن گئے وہ بداخلاقی کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے خوف الٰہی نے انہیں معلم اخلاق بنا دیا خوف الٰہی کی لہر نے تمام معصیتوں کونگل لیا

۱ طٰہٰ:۱۳۲

۲ ترمذی کتاب البرّ والصلة باب ماجاء في معاشرة الناس رقم الحديث:۱۹۸۷

گناہوں کی ظلمتوں کا خاتمہ کردیا اور خیر ورشد کی روشنی ہر طرف پھیل گئی آج ہمارے معاشرے میں جو ہر طرف برائی ڈیرے ڈالے ہوئے ہے تو اس کی بڑی وجہ اسی تقویٰ (خوف الٰہی کا فقدان ہے) اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہر دل میں خوف الٰہی کی شمع فروزاں کی جائے تا کہ گناہوں سے بچنے کا جذبہ عام ہو انسان حدود الٰہی کو توڑنے اور اخلاقی ضابطوں کو پامال کرنے سے باز رہیں۔

اللہ تعالیٰ انسان سے بس ایک چیز چاہتا ہے اور اس کا فائدہ بھی تمہاری طرف لوٹنے والا ہے اس کا مطالبہ تم سے صرف یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اس میں کسی اور کو شریک نہ کرو یعنی حقیقی عبادت:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾[۱]

میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ تنہا میری عبادت کریں۔

اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے انبیاء ورسل بھیجے کتابیں نازل کیں، عبادت کا لفظ اللہ تعالیٰ سے انتہائی محبت اور اس کی انتہائی فرماں برداری دونوں معنوں کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے لہٰذا جو محبت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے خالی ہو وہ عبادت نہیں ہوسکتی حقیقی عبادت وہ ہے جو ان دونوں امور کو شامل ہو۔ اسی لئے عبادت صرف اللہ کے لئے درست ہے اگرچہ اس عبادت کا فائدہ صرف بندے کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ رب العالمین ساری چیزوں سے بے نیاز ہے لیکن اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس سے خوش ہوجاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ بندے کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری کسی خطرناک چٹیل میدان میں گم ہوجائے اور اسی پر کھانا پانی لدا ہو پھر وہ تلاش

[۱] الذاریات:۵۶

کرنے کے بعد مایوس ہوکر سوجائے پھر جب وہ بیدار ہو تو اس سواری کو اپنے پاس موجود پائے۔

اس بحث سے بہت سے عمدہ امور متعلق ہیں بندے کا اللہ پر بھروسہ کرنا اور اسی سے مدد طلب کرنا ایک ایسا وسیلہ ہے جس سے وہ عبادت کا مقصد پا سکتا ہے مدد طلب کرنا دعا کی طرح ہے۔ طبرانی نے ''کتاب الدعاء'' میں روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اے ابن آدم چار چیزیں ہیں ان میں ایک میرے لئے ہے اور ایک تمہارے لئے اور ایک میرے اور تمہارے درمیان ہے اور ایک تمہارے اور میرے بندوں کے درمیان ہے پس میرے لئے یہ ہے کہ تم صرف میری عبادت کرو اور شرک نہ کرو اور تمہارے لئے ہے کہ تم عمل کرو اور میں اس پر تمہیں اس کا بدلہ دوں جب تم کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی اور جو میرے اور تمہارے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تم دعا کرو میں اسے قبول کروں اور جو تمہارے اور میرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ کہ تم لوگوں کے ساتھ ایسے ہی (بھلائی سے) پیش آؤ جیسے تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ پیش آئیں)

یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ بندے کے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ سے محبت کرنے کی شروعات کرتا ہے پھر ان کاموں کا ارادہ کرتا ہے جسے اس کے لئے مناسب سمجھتا ہے اس پر اللہ خوش ہوجاتا ہے اور وہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے اللہ کی رضا ہی درحقیقت بندے کی غرض وغایت ہے بندے کو جو بھی حکم دیا گیا ہے اس کا نفع بندے ہی کو ملتا ہے اس کو انجام دینے پر اللہ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔

☆ کلمۂ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کا دل کی گہرائی سے اقرار کرنا بھی اللہ کے حقوق میں شامل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ''[1]

سب سے بہترین ذکر ''لا الہٰ الا اللہ'' ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

کلمہ توحید ''لا الہٰ الا اللہ'' اس میں توحید الوہیت کا اقرار ہے جس کا انکار ہر دور کے مشرکین کا شیوہ رہا ہے مشرکین یہ تو مانتے آئے ہیں اور مشرکین مکہ بھی مانتے تھے کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، سب کو روزی عطا کرنے والا اور کائنات کی تنظیم و تدبیر کرنے والا وہی رب ہے جو آسمانوں میں ہے اسے توحید ربوبیت کہتے ہیں اس توحید ربوبیت کو سب تسلیم کرتے تھے لیکن توحید الوہیت سے وہ انکار کرتے تھے حالانکہ توحید الوہیت توحید ربوبیت کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے جب آسمان و زمین کا خالق مالک سب کا رازق اور کائنات کا مدبّر صرف ایک اللہ ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے تو پھر عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ایک ہے اس میں دوسرے کی شرکت کو اللہ تعالیٰ کیونکر برداشت کرسکتا ہے؟ لیکن مشرکین توحید الوہیت کو نہیں مانتے تھے وہ اللہ کی عبادت کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ عبادت کے معنی ہیں کسی صاحب قدرت ہستی کے سامنے انتہائی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرنا اسکی مختلف صورتیں ہیں اس کی بارگاہ اقدس میں سربسجود ہونا، اس کے سامنے تعظیماً کھڑا ہونا، اس کے لئے رکوع کرنا، اس کے لئے طواف کرنا، اس کے نام کی نذر و نیاز دینا، اس کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا، اس سے مافوق الاسباب طریقے سے امیدیں وابستہ کرنا اور ڈرنا، اس کے لئے نماز پڑھنا، روزے رکھنا، اس سے دعائیں اور التجائیں کرنا، یہ سب عبادت کی قسمیں ہیں اور کلمہ توحید کے اقرار کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی اللہ کے سوا کسی کے لئے نہ کیا جائے ورنہ عبادت میں شرک

[1] سنن ترمذی الدعوات باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة رقم الحدیث: ۳۳۸۱

لازم آئے گا۔

بدقسمتی سے بہت سے پیدائشی مسلمان جنہیں دین کا صحیح شعور اور توحید کا حقیقی مفہوم کا علم نہیں وہ صرف سجدہ کرنے کو شرک سمجھتے ہیں اس لئے وہ غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرتے (اور بعض جاہل تو سجدہ بھی کر لیتے ہیں) لیکن دوسرے سارے کام وہ غیر اللہ کے لئے کرتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہم مشرک کس طرح ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ وہ غیر اللہ کے نام کی نذر و نیازیں بھی دیتے ہیں بزرگوں کو خوش کرنے کے لئے جانور بھی ذبح کرتے اور ڈیگیں بھی تقسیم کرتے ہیں ان کی قبروں کے طواف بھی کرتے ہیں عاجزی اور ذلت کے اظہار کے لئے ان کی قبروں پر تعظیماً صف بستہ کھڑے بھی ہوتے ہیں ان سے دعائیں اور التجائیں بھی کرتے ہیں ان سے امیدیں بھی وابستہ کرتے اور ڈرتے بھی ہیں قبروں میں مدفون بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر انہیں مدد کے لئے پکارتے بھی ہیں انہیں نافع و ضار اور عالم الغیب بھی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سب کام عبادات ہیں اور یہ نام ونہاد مسلمان انہیں غیر اللہ کے لئے بجا کر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اعاذنا اللہ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ''لا الہٰ الا اللہ'' زبان سے تو پڑھتا ہے لیکن اس کے مفہوم سے قطعاً ناآشنا ہے اس لئے وہ مشرکین مکہ کی طرح توحید ربوبیت کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن توحید الوہیت کو ماننے کے لئے تیار نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو توحید ربوبیت کے ماننے کے باوجود انہیں مشرک قرار دیا کیوں؟ صرف اسی لئے کہ وہ صرف توحید الوہیت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے بنا بریں توحید الوہیت کو ماننا نہایت ضروری ہے جو کلمۂ توحید ''لا الہ الا اللہ'' میں بیان کی گئی ہے اس کے بغیر توحید ربوبیت پر اعتقاد کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ صرف اس سے توحید کے

تقاضے پورے نہیں ہوتے۔[۱]

قرآن مجید میں عذاب الٰہی سے تباہ کی گئی قوموں کا تذکرہ ہےنوح علیہ السلام کی قوم ،قوم عاد،قوم ثمود،قوم لوط علیہ السلام ،قوم صالح علیہ السلام ،قوم شعیب علیہ السلام اورفرعون کا تذکرہ ہےاس کے علاوہ ان بستیوں کا تذکرہ ہے جن کوکفروشرک اورظلم وزیادتی کی وجہ سے ہلاک کردیا گیا سب سے پہلا بگاڑ نوح علیہ السلام کے دور میں رونما ہوا ان لوگوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مامور فرمایا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوْ اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾[۲]

ہم نے نوح (علیہ السلام) کوان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرواس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں مجھکو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ﴾[۳]

سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہےتو ہم نے نوح کواوران کوجوان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیااور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کوجھٹلایا تھاان کو ہم نے غرق کردیا بےشک وہ لوگ اندھے ہورہے تھے۔

عذاب الٰہی کی سب سے بڑی وجہ عقیدۂ توحید میں بگاڑ ہےسارے انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کروانسانی سماج میں بگاڑ اس وقت

---

[۱] مومن کے شب وروزص:۲۱ تفصیل کے لئے ناچیز کی کتاب خانہ ساز شریعت اورآئینہ کتاب و سنت اول ودوم ملاحظہ فرمائیں۔(مصنف)
[۲] الاعراف:۵۹
[۳] الاعراف:۶۴

پیدا ہوتا ہے جب عقیدۂ توحید میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے یہ دراصل شجرانسانیت کی وہ جڑ ہے جسے دیمک لگ جائے تو پھر نہ تو شجر کے برگ وبار کا یقین ہوتا ہےاور نہ اس سے کسی کوسایہ ہی نصیب ہوتا ہےانسانی تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ ہر مذہب میں ایک اللہ کا تصوّر تو موجود رہا لیکن اس کی ذات صفات اور اختیارات میں شریک کرنے سے عقیدۂ توحید میں بگاڑ پیدا ہوا قوم نوح کے بعد قوم عاد اور قوم ثمود کے حالات میں بھی عقیدہ توحید کا تذکرہ کیا گیا ہےاور عذاب الٰہی سے ان کا نام ونشان مٹادیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ﴾[۱]

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح کی اور عاد وثمود کی اوران کے بعد والوں کی۔جنہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول کی کھلی کھلی نشانیاں لائے لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبالئے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلارہے ہو ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے۔

قوم عاد اپنی قوت وطاقت میں بےمثال تھی ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام جو اسی قوم کے ایک فرد تھے نبی بنکر آئے قوم عاد کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا:

﴿لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ﴾[۲]

---

[۱] ابراہیم:۹
[۲] الفجر:۸

اس جیسی قوت والی قوم پیدا نہیں کی گئی۔

اپنی اسی قوت کے گھمنڈ میں مبتلا ہوکر اس نے کہا: ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾۱ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾۲

جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت زیادہ طاقت والا ہے۔

آباء واجداد کی تقلید ہر دور میں گمراہی کی بنیاد رہی ہے قوم عاد نے بھی یہی دلیل پیش کی اور شرک کو چھوڑ کر توحید کا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی اپنے بڑوں کی تقلید کی یہ بیماری عام ہے۔

اسی طرح قریش نے بھی رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کے جواب میں کہا تھا:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾۳

اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج دے۔

یعنی شرک کرتے کرتے مشرک کی مت بھی ماری جاتی ہے حالانکہ عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ یہ کہا جاتا یا اللہ اگر یہ سچ ہے اور تیری ہی طرف سے ہے تو ہمیں اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما بہر حال قوم عاد نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اگر تو سچا ہے تو اپنے اللہ سے کہہ جس عذاب سے وہ ڈراتا ہے بھیج دے۔

آخر کار اس قوم پر باد تند کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل جاری

۱ حم السجدة:۱۵
۲ حم السجدة:۱۵
۳ دیکھئے الحاقة:۶-۸ ہود:۵۳-۵۶ احقاف:۲۴-۲۵ و غیرھا من الآیات

رہا جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور یہ قوم عاد کے لوگ جنہیں اپنی قوت پر ناز تھا ان کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر پڑے نظر آتے تھے۔

کاش مسلمان اس کلمہ توحید و اخلاص کی حقیقت و اہمیت کو سمجھ سکیں اور اپنے عقیدہ وعمل کو اس کے مطابق صحیح کر سکیں۔

اللہ تعالی صرف یہ چاہتا ہے کہ عبودیت کے پورے معنی کے ساتھ تم اس کے بندے بن جاؤ جیسا کہ پوری شان ربوبیت کے ساتھ وہ تمہارا رب ہے ایسا بندہ جو عجز وانکساری کا پیکر ہو جس کا سر نیاز ہمیشہ اس کی چوکھٹ پر خم رہے جو اسی کا تابع و فرماں بردار ہو اس کی منع کردہ چیزوں سے بچتا ہو اس کی خبر پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی تصدیق کرتا ہو کیونکہ اپنے اوپر تم اس کی بے پایاں نعمتوں کو مسلسل دیکھ رہے ہو پھر ان کی ناشکری سے تمہیں کیوں شرم وعار نہیں آتی جبکہ خود تمہارا حال تو یہ ہے کہ کوئی شخص تم پر معمولی احسان کر دیتا ہے تو تم کھل کر اس کی مخالفت و نافرمانی سے شرماتے ہو پھر تمہیں اپنے اس رب کی مخالفت ونافرمانی کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی کہ تم پر جو بھی فضل ونوازش ہے سب اس کی عنایتوں کا کرشمہ ہے۔

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ﴾۱

تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے ہو۔

اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے مدد طلب کرنا قطعی ناجائز ہے جو کوئی شخص کہے یا رسول اللہ! ہماری مشکلات دور فرمائیں تو یہ ناجائز اور بہت بڑا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱ النحل:۵۳

﴿قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ۱

اے محمد! کہہ دو میں تم لوگوں کے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اذا سالت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله'' ۲

جب تمہیں مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور جب مدد طلب کرنا ہو تو اللہ سے مدد طلب کر۔

شاعر کہتا ہے: ؎

الله اسأل ان يفرج كرّبنا ☆ فالكرب لا يمحوه الا الله

میں اللہ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہماری مشکلات دور کرے کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔

❁ زکوۃ تمہارے مال کا ایک معمولی حصہ ہے جسے تم فقراء ومساکین مسافروں قرضداروں اور ان کے علاوہ دوسرے ان تمام مسلمانوں کی ضرورت میں خرچ کرتے ہو جو زکوۃ لینے کے مستحق ہیں۔

❁ صوم (روزہ) سال میں صرف ایک ماہ کا فرض ہے وہ بھی کوئی اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو تو جس کے لئے دوسرے دنوں میں رکھنے کی آسانی ہے اور اگر دائمی بیماری کا شکار ہو اور روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

خانہ کعبہ کا حج صاحب استطاعت شخص پر پوری زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔

۱ الجن:۲۰۔۲۱

۲ صحیح الجامع:۲/۱۳۱۷ بحوالہ ترمذی رقم الحدیث:۷۹۵۷

❁ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی نازل کردہ شریعت کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''احفظ الله يحفظك'' ۱

یعنی تو اللہ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ تو ساری کائنات کا محافظ اور نگراں ہے اور اسے کسی کی حفاظت کی ضرورت ہی نہیں ہے اس حدیث میں اللہ کی حفاظت کا مطلب اللہ تعالیٰ کے احکام اور اسکی نازل کردہ شریعت کی حفاظت اور اس پر عمل کا اہتمام ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ ۲

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

یہاں بھی اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین کی مدد ہے جو اللہ کے دین کی مدد اور اس پر عمل کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائے گا یہی مفہوم حدیث کے الفاظ کا بھی ہے جیسا کہ اس حدیث کے بقیہ الفاظ سے بھی واضح ہے چنانچہ یہ حدیث پوری طرح ایسی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس ؓ سے فرمایا:

''اے بچے! میں تمہیں چند اہم باتیں سکھلاتا ہوں تو اللہ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائے گا تو اللہ کی حفاظت کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا جب تو کوئی سوال کرے تو اللہ سے سوال کر جب تو مدد مانگے تو اللہ سے مانگ اور یہ بات جان لے کہ اگر سارے لوگ تجھے نفع پہونچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو وہ تجھے نفع نہیں پہونچا سکیں گے سوائے اس نفع کے جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ تجھے کوئی نقصان پہونچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو وہ تجھے نقصان نہیں پہونچا سکیں گے سوائے اس نقصان کے جو اللہ

۱ سنن ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع باب حدیث حنظلۃ رقم الحدیث:۲۵۱۶

۲ محمد:۷

نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے کہ ایک مسلمان ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دیتا رہے ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ اچھے کاموں کا پرچار کرنا اور برے کام مٹانا اس وقت ضروری ہوجاتا ہے جب نیکی معدوم ہورہی ہو اور برائی پھیل رہی ہو، بالخصوص ان لوگوں پر جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی طاقت رکھتے ہیں حقیقتاً ایمان باللہ کے بعد دینی ذمہ داریوں میں سے یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[1]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ کے دین پر ثابت قدم رہنا اور اس پر عمل کرنا اس کے مطابق زندگی گزارنا اور دینی اقدار اور روایات کی حفاظت اور ان کی سربلندی میں کوشاں رہنا اللہ تعالی کی طرف سے فتح ونصرت اور اس کی رضامندی کا باعث ہے اس لئے ہر مسلمان کو دین کا پابند اور معاشرے میں دین کے نفاذ کا علمبردار بن کر رہنا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قل امنت بالله ثم استقم''[2]

کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم رہ۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب اسے اللہ واحد تسلیم کرنا یعنی صرف اسی کی عبادت اور اطاعت کی جائے اور اس پر اس طرح استقامت اختیار کرے کہ دنیا ادھر

---

[1] آل عمران: ۱۱۰
[2] صحیح مسلم الایمان باب جامع اوصاف الاسلام رقم الحدیث: ۳۸

سے ادھر ہوجائے لیکن انسان اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے نہ کسی اور کی اطاعت اسی میں انسان کی نجات اور دین ودنیا کی سعادت ہے اور جب انسان اس بات کو اپنے عقیدہ وعمل کی بنیاد بنا کر اس پر جم جاتا ہے اس سے ایک سرمو انحراف نہیں کرتا اور اس کا سفر صراط مستقیم پر جاری رہتا ہے تا آنکہ وہ اللہ کو پیارا ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے یہی بنیادی حقوق ہیں ان کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ یا تو کسی عارض کی وجہ سے واجب ہیں مثلا جہاد فی سبیل اللہ یا کچھ اور اسباب کی وجہ سے مثلا مظلوم کی مدد کرنا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی آسان اور جن کا ثواب بے پایاں ہے اگر تم انہیں اچھی طرح سے ادا کروگے تو دنیا وآخرت دونوں کی سعادتوں سے ہمکنار ہوگے اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا پاؤ گے اور جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرَ﴾[1]

یعنی جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی پونجی ہے۔

---

[1] آل عمران: ۱۸۵

رسول اللہ ﷺ کے حقوق

رسول اللہ ﷺ کے حق سے زیادہ اہم حق کسی مخلوق کا نہیں ہے ارشاد باری ہے:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾[1]

یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ (اے مسلمانو) تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام لوگوں حتی کہ خود اپنی ذات اولاد اور والدین کی محبتوں پر ترجیح دینا ضروری قرار پایا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا یومن احدکم حتّی اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین"[2]

تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے نزدیک اس کے باپ بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

نبی ﷺ کے حقوق میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے آپؐ کی عظمت وشان کے مناسب آپ کا توقیر واحترام بھی داخل ہے نبی ﷺ کے حقوق میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس بات کو تسلیم کرنا کہ آپ ﷺ بشر اور آخری رسول ہیں۔

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپؐ کی توقیر آپ ﷺ کی ذات گرامی کی قدر اور آپ ﷺ کی پاکیزہ سنتوں کی تکریم وتوقیر سے عبارت تھی اور آپ ﷺ کی

---

۱ الفتح: ۸۔۹

۲ فتح الباری کتاب الایمان باب حبّ الرسول ﷺ من الایمان: ۵۸/۱

وفات کے بعد آپ ﷺ کی توقیر کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنتوں اور آپ کی لائی ہوئی معتدل شریعت کی تکریم وتوقیر کی جائے۔

مسلمانوں کا ایک طبقہ آپ ﷺ کی شان میں افراط وتفریط سے کام لیتا ہے اور سب سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بشر ہی نہیں مانتا ہے۔

جو لوگ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی شان میں غلو اور افراط میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس کی نصیحت پر غور کرنے کے بجائے الٹا اس پر نبی کی توہین کا الزام لگا بیٹھتا ہے آج جو لوگ آنحضرت ﷺ کی ہستی کو عبدیت و رسالت کے مرتبہ سے بڑھا کر آپ کے لئے خدائی صفات واختیارات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا اپنی دانست میں ثابت شدہ مان کر اس کو اپنا عقیدہ بنا چکے ہیں اگر آپ ان کے اس غلط عقیدے کی اصلاح کی کوشش کریں گے تو وہ ضرور آپ کو رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ گھٹانے میں اور آپ کی توہین کرنے کا مجرم قرار دے دیں گے کیونکہ جب اس الزام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم ومقدس ہستی محفوظ نہ رہ سکی تو آپ اس سے کس طرح بچ سکتے ہیں حالانکہ اگر غلو سے ہٹ کر انصاف سے سوچا جائے تو یہ کتنی آسانی سے سمجھ میں آجانے والی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جو مرتبہ ومقام اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور خود حضور ﷺ نے احادیث میں بیان فرمایا ہے حضور ﷺ بس ویسے ہی ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ۔ پس جو لوگ اللہ و رسول کے بیان فرماتے ہوئے مرتبہ سے حضور کو بڑھاتے ہیں وہ یقیناً غلو میں مبتلا ہیں اور جو اس سے آپ کا مرتبہ گھٹاتے ہیں وہ حضور ﷺ کی توہین کے بدترین مجرم ہیں۔

اپنی مقدس ہستی کے باب میں امت کو غلو اور مبالغہ سے باز رکھنے کے لئے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانّما انا عبده فقولوا عبد الله ورسوله‘‘[۱]

عیسائیوں نے جس طرح عیسیٰ ابن مریم کو حد سے بڑھایا تم مجھے حد سے نہ بڑھانا میں تو بس اس کا بندہ ہوں تو تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔

نیز حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’لا ترفعونی فوق حقی فان الله قد اتخذنی عبداً قبل ان یتخذنی رسولاً‘‘[۲]

مجھے میرے حق سے اوپر نہ اٹھانا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنانے سے بھی پہلے بندہ بنایا ہے۔

اور ایک موقع پر جب بعض صحابہ کرام سے اظہار عقیدت میں کچھ لغزش ہوگئی تھی تو تنبیہ فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’لا یستهوینكم الشیطان انا محمد ابن عبد الله عبد الله و رسوله ما احب ان ترفعونی فوق منزلتی التی انزلنی الله‘‘[۳]

لوگو! شیطان تمہیں گمراہ نہ کردے میں عبداللہ کا بیٹا ہوں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ سب کو اپنی بابت خبر دیدو کہ میں تمہاری ہی طرح بشر ہوں ارشاد ہوا:

﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحىٰ اِلَيَّ اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ﴾[۴]

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم: ۵۹۱/۶ رقم الحدیث: ۳۴۴۵

[۲] کنز العمال: ۲۲/۱

[۳] رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان

[۴] الکہف: ۱۱۰

کہہ دو میں تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے۔

صحابہ کرام سے بھی حضور ﷺ نے یہی فرمایا کہ میں بھی تمہارے ہی مثل بشر ہوں ملاحظہ ہو حدیث شریف:

’’و عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه صلی النبی ﷺ الظهر خمسا فقیل له ازید فی الصلوة قال وما ذاك ؟ قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم وفی روایة قال انما انا بشر مثلكم انسیٰ كما تنسون فاذا نسیت فذكرونی‘‘ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھادی عرض کیا گیا کیا نماز میں اضافہ ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات؟ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے حضور نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے اور بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو تو جب میں بھولا کروں تو مجھے یاد دلادیا کرو۔

اوپر والی آیت اور اس حدیث سے حضور ﷺ کا بشر ہونا صریحاً ثابت ہے اس یقینی حد تک کہ اس طرح کی آیات و احادیث کا علم حاصل ہونے کے بعد آپ کی بشریت کا انکار کفر ہوگا۔

غرضیکہ آپ ﷺ کے اندر خدائی قدرت نہ تھی جیسے معجزے دکھانا کفار و مشرکین کے مطالبہ پر کہ اگر تمہارا خدا سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھلائیں تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام رکوع ۴ میں فرمایا کہ معجزے کا دکھانا آپ کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ خالص خدائی فعل تھا جو بس اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی سے وجود میں آتا تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے دل میں ہدایت کا داخل کردینا بھی حضور کے اختیار میں نہیں تھا انبیاء علیہم

السلام کو محض تبلیغ اور وعظ نصیحت کا کام سپرد کیا گیا تھا باقی رہا ہدایت کا کسی کو عطا کر دینا تو اس کا اختیار انبیاء کرام کو عطا نہیں ہوا تھا یہ بھی محض اللہ کے اختیار کی چیز تھی اس کی بہت ہی نمایاں مثال جناب ابو طالب کے واقعہ میں ملتی ہے آپ کی خواہش تھی کہ میرے چچا ایمان لے آئیں آپ نے انہیں سمجھانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی یہاں تک کہ ان کی زندگی کے آخری لمحات تک آپ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ ایمان نہ لائے اور محرومی ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے اس دردناک موقع پر ارشاد خداوندی نازل ہوا:

﴿اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾[۱]

بات یوں نہیں کہ جسے تم چاہو ہدایت دیدو بلکہ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اور دوسرے موقع پر ارشاد ہوا:

﴿وَمَا اَکْثَرُ النَّاس وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾[۲]

گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں یہ بھی شامل ہے کہ ماضی و مستقبل سے متعلق آپ نے جن امور کی خبر دی ہے ان کی تصدیق کی جائے آپ کے اوامر کی تعمیل کی جائے اور آپ کی منع کردہ چیزوں سے بچا جائے۔

﴿فَلاَ وَ رَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾[۳]

سو قسم ہے میرے پروردگار کی! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام

[۱] القصص:۵۶
[۲] یوسف:۱۰۳
[۳] النساء:۶۵

آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان لوگوں میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاوِیْلاً﴾[۱]

اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرو تو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو یہی چیز بہتر ہے۔

﴿وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تم کو دے دیں اس کو لے لو جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ﴾[۳]

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

سچ ہے:

محمد کی جس دل میں الفت نہ ہوگی — سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہوگی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا — محمد کی جس میں اطاعت نہ ہوگی

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْ الرَّسُوْلَ وَلاَ تَبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ﴾[۴]

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾[۵]

[۱] النساء:۵۹
[۲] الحشر:۷
[۳] النساء:۸۰
[۴] محمد:۳۳
[۵] آل عمران:۳۱

کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ
تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے
والا مہربان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من اطاعنی دخل الجنة''[1]

جس نے میری اطاعت کی جنت میں جائے گا۔

نبی ﷺ نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب آپ نے فرمایا تھا:

''کل امتی یدخلون الجنة الا من ابیٰ''[2]

میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے سوائے اس کے جس نے
انکار کر دیا۔

تو اس موقع پر ایک شخص نے سوال کیا:

''یا رسول الله من یأبی؟''

اے اللہ کے رسول! جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی
کی اس نے یقیناً جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔''

مطلب یہ ہوا کہ جنت میں جانے سے اپنی زبان کے ذریعے سے تو کوئی انکار نہیں کرے گا انسان کا اپنا عمل اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ یہ جنت جانا چاہتا ہے یا جہنم میں؟ جنت میں جانے کی خواہش رکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اطاعت رسول کو اپنا شیوہ بنائے محض زبانی خواہش سے جنت نہیں مل جائے گی اور جو شخص اطاعت رسول سے گریز کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر جنت

[1] صحیح بخاری الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث: ۷۲۸۰
[2] حوالہ مذکور

میں جانے کی خواہش نہیں ہے کیونکہ اس کا عمل جنت میں جانے سے انکار پر مبنی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے لئے ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری نہایت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے جیسے ایک حدیث میں فرمایا:

''من اطاعنی فقد اطاع الله و من عصانی فقد عصی الله''[1]

جس نے میری اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور جس نے
میری نافرمانی کی اس نے بلاشبہ اللہ کی نافرمانی کی۔

یہ مضمون قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نام ہے کسی ایک کی بھی اطاعت سے انکار دوسرے کی اطاعت کا انکار ہے جس کا مطلب اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے جیسے خود اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْكَافِرِينَ﴾[2]

کہہ دیجئے اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر یہ اپنا منہ پھیر لیں تو یقیناً
اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔

الرسول سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں اور آپ کی اطاعت کا مطلب آپ کے فرامین یعنی احادیث کو دین میں حجت ماننا ہے گویا حدیث سے انکار یا اعراض اسی طرح کفر ہے جیسے قرآن مجید کا انکار یا اس سے اعراض کفر ہے اعاذنا اللہ منہا

نبی ﷺ کے حقوق میں تمام عصری وسائل اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر پوری

[1] صحیح بخاری الجهاد یقاتل من وراء الامام ویتقی به رقم الحدیث: ۲۹۵۷ صحیح مسلم الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة رقم الحدیث: ۱۸۳۵
[2] آل عمران: ۳۲

طاقت سے آپ کی شریعت اور آپ کے طریق کا دفاع بھی شامل ہے اگر مخالف دلائل اور شبہات سے حملہ آور ہو رہا ہو تو علم سے اس کے دلائل و شبہات کے تار و پود بکھیر کر اور اس کے موقف کا فساد و بطلان واضح کر کے اسلامی شریعت کا دفاع کیا جائے گا اور اگر اسلحوں اور ہتھیاروں سے حملہ آور ہو رہا ہے تو میدان جنگ میں ضروری اسلحوں سے اس کا دفاع کیا جائے گا ایسا نہیں ہے کہ کوئی مومن کسی کے متعلق یہ سنے کہ فلاں نبی ﷺ کی شریعت یا آپ کی ذات گرامی پر حملے کرتا ہے اور وہ اس کے دفاع پر قادر ہو اور خاموش رہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت محمد ﷺ ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں اور وہ ایک برگزیدہ بندے ہیں جنکی عبادت نہیں کی جاسکتی اور جلیل القدر رسول ہیں جن کی تکذیب نہیں کی جاسکتی آپ کو عالم الغیب نہ کہا جائے تمام علم فقط ذات الٰہی کے لئے خاص ہے عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے انبیاء کرام کو کسی بھی چیز کا علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک ان پر وحی نازل نہ ہو جائے آپ کی اطاعت و اتباع کرنا ضروری اور واجب ہے ماضی و مستقبل سے متعلق آپ نے جن امور کی خبر دی ہے ان کی تصدیق کی جائے جس نے آپ کی اطاعت و اتباع کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے آپ کی نافرمانی کی جہنم رسید ہوگا آپ ﷺ کا طریقہ سب سے کامل اور آپ کی شریعت سب سے اکمل شریعت ہے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سے لے کر تا قیامت کوئی بھی شخص اس وقت تک مسلمان ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ کی نبوت و رسالت کو تہہ دل سے قبول نہ کر لے اور آپ ﷺ کی سنت و شریعت کی مکمل طور پر تابع داری نہ اختیار کرے اور آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید پر عمل پیرا نہ ہو جائے اسلام کا سیدھا اور سچا راستہ وہی ہے

جو محمد ﷺ سے ثابت ہو اور ہر وہ راستہ اور خیال غلط ہے جو محمد ﷺ سے ثابت نہ ہو رسول اللہ ﷺ کی سنت قولی ہو یا فعلی اس کے مقابل کسی کا بھی قول و فعل مقدم نہیں ہوسکتا خواہ وہ صحابہ کرام کا ہو یا ائمہ کا یا کسی بھی عظیم سے عظیم تر شخصیت کا نہ رسول اللہ کے طریقے سے بہتر کسی کا طریقہ ہوسکتا ہے نہ آپ ﷺ کے فرمان پر مقدم کسی کا فرمان ہوسکتا ہے یہ کتاب و سنت سے ثابت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

اللھم ارزقنا حبه واتباعه و شفاعته والتخلق باخلاقه ﷺ

والدین کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے حقوق والدین کا اتنا اہتمام کیا ہے کہ ان کے ساتھ حُسن سلوک اور احسان کرنے کی تلقین اپنی توحید اور عبادت کے حکم کے ساتھ فرمایا ہے:

﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا﴾ ۱

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو۔

نیز فرمایا:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا﴾ ۲

اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔

قرآن مجید نے بعض انبیاء کرام کی اس لئے تعریف فرمائی کہ انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک کیا چنانچہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيۡهِ وَلَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ۳

اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والے تھے وہ سرکش اور گناہگار نہ تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَبَرًّا بِوَالِدَتِيۡ وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِيۡ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ ۴

۱ النساء:۳۶
۲ بنی اسرائیل:۲۳
۳ مریم:۱۴
۴ مریم:۳۲

اور اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گذار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ رَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ﴾ ۱

اور اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِيۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ﴾ ۲

ابا جو حکم ہوا ہے اسے بجالائیے انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ اپنی توحید اور عبادت کا حکم دینے کے بعد دوسرے نمبر پر ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کی تلقین کی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ والدین ہی انسان کے وجود پذیر ہونے کا ظاہری سبب ہیں اس کے علاوہ جب وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو نہ بول سکتا ہے اور نہ کسی کی بات سمجھ سکتا ہے یہاں تک کہ کچھ کھا بھی نہیں سکتا اس وقت ماں ہی اسے چھاتی سے لگاتی اور اپنے دودھ سے اسے سیراب کرتی ہیں اور باپ کا سایۂ شفقت ہی اس کی پناہ گاہ ہوتا ہے یہ دنوں مل کر اس کی پرورش کرتے ہیں اس کے کہے بغیر اس کی خوراک کا اس کے بتلائے بغیر اس کے علاج کا اور اس کی خواہش کے بغیر اس کی صفائی اور لباس اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتے ہیں بڑے ہونے اور شعور کی آنکھیں کھولنے کے بعد اب اس انسان کا فرض ہے کہ وہ ماں باپ کے اس احسان کا جواب احسان کے ساتھ دے اور احسان یہی ہے کہ ان کا ادب واحترام ان کی اطاعت وفرماں برداری اور ان کی خدمت و

۱ یوسف:۱۰۰
۲ الصافات:۱۰۲

نا فرمانی کرے اللہ کی عبادت و اطاعت کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا یہ معاملہ نہیں کیا اور ماں باپ کو ناراض کر لیا تو عبادت و ریاضت کے باوجود اللہ اس سے ناراض ہوگا اور جس سے اللہ ناراض ہو وہ سوچ لے اس کا انجام کیا ہے؟

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و بندگی کا حکم دینے کے ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ارشاد باری ہے:

﴿وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْآ اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا﴾[۱]

اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں ان کو اف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کی آزمائش کا اصلی وقت ان کے بڑھاپے کا وقت ہوتا ہے کیونکہ بڑھاپے کی کمزوریاں انہیں دوسروں کی خدمت و اعانت کا محتاج بنا دیتی ہیں اور اولاد اپنی جوانی کی امنگوں اور اپنی بیوی کی محبت میں اس کی بہت کم مہلت پاتی ہے کہ اپنے بوڑھے ضعیف والدین کی خبر گیری کرے۔

اس آیت کریمہ میں سب سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے کیونکہ جو اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں کوتاہی نہ کرے گی وہ دوسرے وقتوں میں

[۱] بنی اسرائیل: ۲۳۔۲۴

کب کوتاہی گوارا کر سکتی ہے انسان کی ضرورت کے دو ہی وقت ہوتے ہیں طفولیت اور بڑھاپا بچپن میں ماں باپ نے خدمت کی تھی بڑھاپے میں اولاد کو کرنی چاہیے ارشاد باری ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾[۱]

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ساتھ اپنی عبادت نماز اور زکوۃ کا ذکر کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ والدین کے ساتھ احسان کرنا واجب ہے۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اَحْسَانًا﴾[۲]

آپ کہیئے کہ آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جنگی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فردیا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

اس جگہ احسان والدین کو ہمراہ عدم شرک ذکر کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح شرک فی العبادت حرام ہے اسی طرح والدین کے ساتھ احسان کرنا فرض ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ آیات کریمہ میں والدین کی خدمت و اطاعت کے سلسلہ میں لفظ ''احسان'' استعمال کیا گیا ہے عربی زبان میں اس کا مفہوم نہایت وسیع ہے کسی کے سلوک کے بدلے اتنا ہی برتاؤ کرنا احسان نہیں ہوا احسان تو یہ ہوا کہ سلوک و برتاؤ

[۱] البقرۃ: ۸۳

[۲] الانعام: ۱۵۱

کے مقابلہ کئی گنا زیادہ برتاؤ اور خدمت ہو افراد خاندان میں والدین سب سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ ہو ان کی جتنی بھی خدمت کی جائے کم ہو اولاد کسی بھی صورت میں والدین کے سلوک کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔

ماں کا عظیم حق:- ماں اَن پڑھ ہو یا پڑھی لکھی ہو ماں ماں ہوتی ہے ماں کی گود بذات خود ایک مدرسہ ہے احساسات کی ایک دنیا ہے شفقتوں کا ایک سمندر ہے، محبتوں کا بحر بیکراں ہے، درد کا تڑپ کا ایک ساگر ہے اتھاہ اور بے پایاں صبر کا پہاڑ ہے جب بچے ماں کے محتاج ہوتے ہیں تو وہ کرم مہربانی رحمت اور شفقت ہوتی ہے اور جب ماں بچوں کا محتاج ہو جاتی ہے تو برکت ہوتی ہے نہ اس کی عنایتیں ختم ہونے کا نام لیتی ہیں نہ اس کی برکت و منفعت کی انتہا ہوتی ہے۔

جس گھر میں ماں ہو اس گھر کے آنگن میں بہاریں جھولا ڈالے ہوتی ہیں اس کے گھر کا رُت ہمیشہ سہانا ہوتا ہے مسرت اور شادمانیوں کی ہمیشہ برأت آتی رہتی ہے خوشیاں پَر باندھے کھڑی ہوتی ہیں۔

اسلام نے ماں اور باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے انسان پر دونوں ہی کے احسانات ہیں لیکن قرآن و حدیث میں ماں کے احسانات کو نمایاں کیا گیا ہے اور ماں کا عظیم حق دیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اِنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾[۱]

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا

---

۱ لقمان: ۱۴

اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینہ کا ہے۔

بچہ کی نگہداشت پرورش خدمت اور تعلیم و تربیت وغیرہ میں باپ کے ساتھ ماں بھی شریک ہوتی ہے لیکن وضع حمل اور رضاعت کی تکلیف تنہا ماں برداشت کرتی ہے نو ماہ تک حمل کا بوجھ اٹھانا موت و حیات کی کش مکش سے گذر کر بچہ کو جنم دینا اور پھر اپنے خون کو دودھ بنا کر بچہ کو پلانا اور اس پورے عرصہ میں سخت احتیاط کی زندگی گذارنا آسان نہیں ہے اس تکلیف کے برداشت کرنے میں باپ اس کا شریک نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کا احسان باپ سے زیادہ ہے۔

ایک واقعہ:- بیہقی ''شعب الایمان'' میں عمر بن حماد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی و حضرت عمر رضی اللہ عنہما طواف سے فارغ ہوئے تو ایک اعرابی (بدو) کو اپنی والدہ کو اپنی پشت پر سوار کئے ہوئے یہ اشعار پڑھتے دیکھا:

انی لها مطية لا أنفر　　　اذا الركاب ذعرت لا أذعر

و ما حملتنی و أرضعتنی أكثر

لبيك اللهم لبيك

حضرت علی نے فرمایا اے ابوحفص (حضرت عمرؓ کی کنیت ہے) آیئے طواف شروع کر دیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی نازل ہونے والی رحمت ہمیں بھی ڈھانپ لے۔ وہ شخص اپنی والدہ کو لے کر طواف کرنے لگا اور یہی اشعار پڑھنے لگا۔

انا مطيتها لا أنفر　　　اذا الركاب ذعرت لا أذعر

میں ان کی سواری ہوں بدکتا نہیں ہوں۔ اور جب دوسری سواریاں ڈر جائیں تو میں ڈرتا نہیں ہوں۔

و ما حملتنی و أرضعتنی أكثر

انہوں نے جو مجھے اٹھائے رکھا اور دودھ پلایا یہ بہت بڑا احسان ہے۔

لبّيك اَللّٰهُمَّ لبّيك اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرمانے لگے۔

ان تبرها فالله أشكر　　　يجزيک بالقليل الأكثر

اگر تم اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرو گے تو اللہ بڑا قدرداں ہے تمہیں
تھوڑے سے عمل پر بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

دوسرا واقعہ: – حضرت خواجہ حسن بصریؒ ایک بہت بڑے عالم گذرے ہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پیٹھ پر ایک گٹھری لادے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے پوچھا یہ تمہاری پیٹھ پر کیا ہے اور تم طواف کی حالت میں کیا لادے ہوئے ہو اس نے جواب دیا یہ میری بوڑھی ماں ہے جو چلنے پھرنے سے بالکل مجبور ہے میں اسے پیٹھ پر لاد کر حج کر رہا ہوں تاکہ حج کے ثواب میں میری ماں بھی شریک رہے۔

خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا شاباش! تو نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا جس طرح وہ تجھے بچپن میں لادے لادے پھری جب کہ تو چلنے پھرنے سے مجبور تھا اسی طرح تو نے بھی کر دکھایا اور تو نے واقعی ماں کا حق ادا کر دیا اس نے کہا ہرگز نہیں ماں کا حق بھلا کس طرح ادا ہو سکتا ہے؟ میرے لادنے اور اس کے لادنے میں بڑا فرق ہے وہ مجھے دن رات لادتے رہی ہیں میں اس کی گود میں پاخانہ پیشاب کرتا رہا اور اس کا خون دودھ کی شکل میں پیتا رہا، پھر بھی وہ مجھے دل وجان سے چاہتی رہی اور مجھے آرام پہونچاتی رہی بھلا میں وہ دل کہاں سے لاؤں اور ماں کا احسان کیسے ادا کر پاؤں گا۔

حبیب کبریا نے ماں کو کیا مقام عطا کیا ہے وہ قابل دید ہے انسانی تاریخ میں کبھی ماں کو ماں کا درجہ نہیں ملا اسے صرف عورت کے روپ میں دیکھا گیا اور اس کی انسانیت کی بھی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا گیا لیکن اسلام نے اسے جو درجہ دیا ہے اسی کا اثر ہے کہ آج دوسرے مذاہب کے لوگ ماں کو ماں تسلیم کرتے ہیں گو اسے وہ حیثیت

نہیں ملتی ہے جس کی وہ مستحق ہے اور جسے اسلام نے تسلیم کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے:

’’جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله من احق الناس بحسن صحابتي ؟ قال امك قال ثم من ؟قال امك قال ثم من قال ثم امك قال ثم من قال ثم ابوك ‘‘[1]

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون ارشاد ہوا پھر تمہاری ماں عرض کیا پھر کون ارشاد ہوا پھر تمہاری ماں عرض کیا پھر کون ارشاد ہوا پھر تمہارا باپ۔

ماں کی حیثیت کیا ہے؟ اور آگے بڑھئے آپ کا ارشاد گرامی ہے:

’’اُوصى امرءً بامّه اُوصى امرءً بامّه اُوصى امرءً بامّه (ثلاثا) اُوصى امرءً بابيه‘‘[2]

میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں میں آدمی کو اسکی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں آپؐ نے تین بار فرمایا پھر فرمایا میں آدمی کو اس کے باپ کے بارے میں تاکید کرتا ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ:

’’قلت يارسول الله ! من اعظم الناس حقًّا على المرأة قال زوجها قلتُ من اعظم الناس حقًّا على الرجل قال اُمّها ‘‘[3]

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة: ۴۱۵/۱۰ رقم الحدیث: ۵۹۷۱، صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب برّ الوالدین: ۳۴۳/۸ رقم الحدیث: ۲۵۴۸

[2] ابن ماجہ کتاب الادب باب برّ الوالدین: ۱۲۰۶/۲ رقم الحدیث: ۳۶۵۷، مسند أحمد بن حنبل: ۳۱۱/۴ ومستدرک حاکم: ۱۵۰/۴

[3] مستدرک حاکم: ۱۵۰/۴

ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کے شوہر کا میں نے پوچھا مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کی ماں کا۔

احادیث میں والدین کی نافرمانی کو ''کبائر'' یعنی بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔[1] لیکن اس کے ساتھ ماں کی نافرمانی سے بچنے کی الگ سے بھی تاکید کی گئی ہے اور اسے فعل حرام قرار دیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان اللہ حرّم علیکم عقوق الامہات ....ووأد البنات ''[2]

اللہ نے تم پر حرام ٹھہرائی ہے ماؤں کی نافرمانی..................اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔

رسول اللہ ﷺ نے دس معصیتوں کا ذکر فرمایا اور کہا کہ جب میری امت انکا ارتکاب کرنے لگے تو اس پر مصیبتوں اور عذاب کا نزول شروع ہو جائے گا ان میں سے ایک یہ ہے:

''اطاع الرجل زوجته و عقّ امه و برّ صديقه و جفا اباه ''

آدمی اپنی بیوی کی بات مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا دوست کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرے گا اور باپ کے ساتھ اس کا رویہ سخت ہوگا۔

ماں کے ساتھ حسن سلوک کو گناہوں کی مغفرت اور حصول جنت کا ذریعہ بتایا گیا ہے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''قال رسول الله ﷺ دخلت الجنة فسمعت فيها قراء ة فقلت منُ هذا؟ قالوا حارثة بن النعمان كذا لكم البرّ كذلكم البرّ ''[3]

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر واکبرها

[2] صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر: ۴۱۹/۱ رقم الحدیث: ۵۹۷۵، صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة: ۲۵۱/۶ رقم الحدیث: ۵۹۳

[3] شرح السنة باب برّ الوالدین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک قاریٔ قرآن کی آواز سنی میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ فرشتوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہیں تو آپؐ نے فرمایا نیکی کا یہی ثواب ہے نیکی کا یہی ثواب ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے خواب میں جنت کا نظارہ دیکھا وہاں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی میں نے پوچھا یہ کس کی آواز ہے؟ بتایا گیا یہ حارثہ بن نعمان کی آواز ہے اس کے بعد آپؐ نے صحابہ سے فرمایا یہ ہے ماں کے ساتھ حسن سلوک کا ثواب یہ ہے ماں کے ساتھ حسن سلوک کا ثواب''[1]

جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے:- ماں کے عظیم حق کا اندازہ درج ذیل احادیث سے کیجئے:

معاویہ بن جاہم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''ان جاهمة جاء الى النبى ﷺ فقال : يا رسول الله! اردت ان اغزوا، و قد جئت استشيرك فقال هل لك من امٌّ ؟ قال نعم قال فالزمها فان الجنة تحت رجليها''[2]

معاویہ بن جاہم رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ سے مشورہ کی

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الآداب فی البر والصلة بحوالہ شرح السنة وبیہقی و رواہ حاکم مستدرک: ۱۵۱/۴ شعیب ارناؤوط نے کہا ہے یہ حدیث مصنف ۱۹۔۲۰ اور مسند أحمد: ۱۵۱/۶، ۱۵۲، ۱۶۶، ۱۶۷، جامع لابن وہب ۲۲ میں بھی ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے ۳۰۸/۳ اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے (تعلیق شرح السنة) علامہ احمد احسنؒ محدث دہلوی نے کہا ہے اخرجہ ایضا الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین واقرہ الذہبی وصحّحہ ایضا فی السراج المنیر تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ: ۳۲۸/۳

[2] سنن نسائی الجہاد باب الرخصة فی التخلف لمن لہ والدة: ۱۱/۶ مسند أحمد: ۴۲۹/۳ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں: ۱۵۳/۴ پر اس کی تصحیح کی ہے امام منذری نے بھی ۳۱۴/۳ پر اس کو صحیح قرار دیا ہے شیخ البانی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند حسن ہے۔

غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا ماں کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

ایک دوسری روایت میں انہی معاویہ رضی اللہ عنہ مروی ہیں وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

''اتیت رسول اللہ ﷺ استشیرہ فی الجھاد فقال النبی ﷺ ألك والدان ؟ قلت : نعم قال فالزمھما فان الجنة تحت اقدامھما ''[1]

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جہاد کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے آیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں تو آپؐ نے فرمایا ان دونوں کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ماں اور باپ دونوں حسن سلوک کا برابر استحقاق رکھتے ہیں لیکن جمہور کے نزدیک ماں کا حق زیادہ ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

''یہی رائے صحیح ہے اس لئے کہ صریح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں''

حارث محاسبی کہتے ہیں:

''اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حسن سلوک کے معاملہ میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے''[2]

ماں کے ساتھ حسن سلوک دوگنا ہونا چاہئے یا تین گنا اس بارے میں مختلف

---

[1] مجمع الزوائد منبع الفوائد البرّ والصلة باب ما جاء فی البرّ حق الوالدین ہیثمی نے کہا رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات شیخ احمد عبد المجید سلفی نے کہا رواہ احمد :۳/۴۲۹ والنسائی :۶/۱۱ والبیہقی فی شعب الایمان وصحّحہ الحاکم :۴/۱۵۱ ووافقہ الذہبی تبعاً للمنذری فی الترغیب :۵/۵ وقال المنذری عن حدیث جاہم واسنادہ جید (تعلیق المعجم الکبیر :۲/۲۸۹)

[2] شرح مسلم :۲/۳۱۲_۳۱۳

روایات آئی ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ میں وہ روایات زیادہ قوی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ انسان کو باپ کے ساتھ جتنا سلوک کرنا چاہئے اس سے تین گنا زیادہ ماں کے ساتھ کرنا چاہئے''[1]

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

''باپ کی اطاعت ہوگی اور حکم مانا جائے گا لیکن جہاں تک حسن سلوک کا تعلق ہے چار حصوں میں سے تین ماں کے ہوں گے''[2]

والدین کے ساتھ حُسن ادب:- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے پوچھا کہ تو جہنم سے ڈرتا ہے اور جنت کی خواہش رکھتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں جنت کی خواہش رکھتا ہوں پوچھا کہ کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں اس نے کہا کہ میری ماں زندہ ہے تو آپ نے فرمایا:

''واللہ لو النت لھا الکلام واطعمتھا الطعام لتدخلن ما اجتنبت الکبائر''[3]

اللہ کی قسم اگر تو اپنے ماں کے ساتھ نرم گفتگو کرے گا اور ان کو کھانا کھلائے گا تو ضرور جنت میں ہوگا جب تک کہ تو گناہ کبیرہ سے بچتا رہے گا۔

''لا تمش امام ابیك ولا تجلس قبلہ ولا تدعوا باسمہ''[4]

باپ کے آگے نہ چلو اور کسی مجلس میں پہونچو تو باپ کے بیٹھنے سے پہلے نہ بیٹھو اور باپ کا نام لے کر نہ پکارو۔

امام ابن جوزیؒ نقل کرتے ہیں کہ ابن محریز فرماتے ہیں:

''من مشی بین ابیہ فقد عقّہ''

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے مشکل الآثار :۲/۲۷۰_۲۷۳

[2] اعلام الموقعین :۴/۳۵۹

[3] الادب المفرد :۴/۴

[4] منتخب کنز العمال :۶/۴۴

باپ کے آگے چلنا عقوق والدین میں داخل ہے اگر چلنے کا منشا ان کے راستے سے کچھ تکلیف دہ چیزوں کا دور کرنا ہو تو جائز ہے اسی طرح والدین کو بھی ان کے نام یا کنیت سے پکارنا بھی عقوق میں داخل ہے صرف ابّا یا ابّو وغیرہ کہنا چاہئے۔

ظاہری سبب کے اعتبار سے تو یہ بات بالکل واضح ہے کیونکہ جب تم کو اولاد دیکھے گی کہ والدین کے ساتھ اکرام واحترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جان و مال کے ساتھ خدمت کرتے ہیں تو تمہارے عمل سے بچے بھی سبق سیکھیں گے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ہمارے معاشرے کا جزء ہے اس کو اسطرح سمجھو کہ ’’جیسا کرو گے ویسا بھرو گے‘‘ کے مطابق ہے جب تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس کے صلہ میں اللہ جلّ شانہ تمہاری اولاد کو تمہاری خدمت کی طرف متوجہ فرمائے گا اور اولاد کے قلوب میں تمہاری عزت و وقعت ڈال دے گا نیز اس کے ساتھ ہی اس کے برعکس بھی سمجھ لینا چاہئے تاکہ اگر تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کیا تو تمہاری اولاد تم سے یہی سیکھے گی اور جب اس کا نمبر آئے گا تو تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گی جو تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا تھا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

اے ضیا ماں باپ کی ناقدری نہ کر
دھوپ کاٹے گی بہت گر یہ شجر کٹ جائے گا

دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر لڑکے شریف اور فرماں بردار ہوتے ہیں والدین پڑھا لکھا کر اچھے عہدے تک پہونچاتے ہیں لیکن جب بیوی گھر میں آتی ہے تو ماحول بدل جاتا ہے اکثر عورتیں ساس سسر کی خدمت کرنے سے کتراتی ہیں اپنے ساس سسر کو الٹی سیدھی باتیں اپنے شوہر سے کہتی ہیں شوہر بیوی کی باتوں میں آجاتا ہے اور

والدین کو برا بھلا کہتا ہے۔

بزرگوں سے ایک واقعہ سنا تھا کہ ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو رسی سے باندھا اور گھسیٹتا ہوا جنگل کی طرف لے گیا جب وہ ایک درخت کے قریب پہونچا تو باپ نے چلّا کر کہا بس بیٹا اب مت گھسیٹنا! میں نے بھی اپنے باپ کو یہیں تک گھسیٹا تھا یہ سن کر بیٹا ہوش میں آگیا اور رسیاں کھول کر باپ کو اکرام واحترام سے گھر لے کر آگیا۔

خدمت والدین موجب جنت:- ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

’’سمعت النبی ﷺ یقول: الوالد أوسط ابواب الجنة فاضع ذالك الباب أو احفظه‘‘[1]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے (والد کی نافرمانی کرکے) چاہے تو اس دروازے کو ضائع کردے یا اس کی خدمت واطاعت کرکے اس کی حفاظت کر۔

اس حدیث میں اولاد کو اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو والدین کے حقوق کی حفاظت کرے اور چاہے تو حقوق کو پامال کرکے انہیں ناراض رکھے بلکہ حقوق کی عدم حفاظت ورعایت پر ڈانٹ پھٹکار کی تاکید ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾[2]

جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

---

[1] صحیح سنن ابن ماجہ باب برّ الوالدین: ۲۰۸/۲ ۱رقم الحدیث: ۳۶۶۳، جامع ترمذی البرّ والصلة باب الفضل فی رضاء الوالدین وقال ھذا حدیث صحیح: ۱۲/۲ ۱، مسند أحمد: ۱۹۶/۵

[2] الکہف: ۲۹

"ان رجلاً قال یا رسول اللہ ! ما حق الوالدین علیٰ ولدھما قال ھما جنّتك و نارك"[1]

ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! والدین کا حق اس کی اولاد پر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ دونوں جنت اور جہنم ہیں۔

والدین کی رضامندی:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رضاء الرب فی رضاء الوالدین و سخطه فی سخطهما"[2]

رب کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور ان کی ناراضی میں رب کی ناراضی ہے۔

ان روایات سے والدین کے ساتھ نیکی کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اولاد کو ان کے ساتھ کس درجہ حُسن سلوک اور شفقت کرنا چاہئے ان کے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آنا چاہئے اور دیگر فرائض کو بخوبی انجام دینا چاہئے نیز ان تمام ضرورتوں کو پوری کرنی چاہئے جس چیز کا بوڑھے ماں باپ تقاضا کریں یا ان میں سے کسی ایک کو اس کی ضرورت لاحق ہو واضح رہے اگر والدین کا حق ادا کیا اور ان کو راضی رکھا تو تجھے جنت ملے گی اور اگر ان کی نافرمانی اور ان کا حق تلف کیا تو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے جس کی پاداش میں آخرت کا عذاب تو ہو کر رہے گا لیکن دنیا میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اگر دنیا میں اس نے صدق دل سے توبہ نہ کی اور ماں باپ کو راضی نہ کیا تو قطعاً اسے آگ کا عذاب ہوگا۔

کئے احسان جو انجان بچپن پر اسے سوچو تمہیں ماں باپ نے ہرغم کی دہشت سے بچایا ہے
تمہیں تکلیف جب پہونچی کٹورے آنکھ کے چھلکے شب درد و الم میں جاگ کر سونا لٹایا ہے
تمہاری گندگی میں بھی محبت کی تھی وہ خوشبو سجا کر تم کو بانہوں میں کلیجے سے لگایا ہے

[1] ابن ماجہ کتاب الادب باب برّ الوالدین: ۱۲۰۸/۲ رقم الحدیث: ۳۶۶۲
[2] طبرانی بحوالہ الصحیحۃ: ۵۱۶ و صحیح الجامع رقم الحدیث: ۳۵۰۷

رضا ان کی ہے جنت اور دوزخ ان کی ناراضی
یہ حیرت کی نظر کو ابن ماجہ نے دکھایا ہے

ملعون شخص:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لعن اللہ من لعن والدیه"[1]

اللہ اس پر لعنت کرے جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے۔

لعنت کا مطلب انہیں گالی گلوج دینا ہے جیسے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من الکبائر شتم الرجل والدیه"[2]

آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:[3]

"لڑکا باپ کو گالی نہ دے نہ کوئی زیادتی کرے اگر گالی دے تو اس کو ایسی عبرت ناک اور موثر سزا دی جائے کہ پھر دوسرے نوجوانوں کو گستاخی کی جرأت نہ ہو"

خدمت والدین جہاد سے افضل ہے:-

"عن ابن مسعود سالتُ رسو ل اللہ ﷺ أی العمل أحب الی اللہ قال الصلوة علی وقتها قلت ثم أی؟ قال برّ الوالدین قلت ثم أی؟ قال الجهاد فی سبیل اللہ"[4]

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا عمل اللہ کو بہت محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا میں نے کہا پھر کون سا عمل فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر فرمایا جہاد کرنا۔

[1] مسند أحمد کتاب الاضاحی باب ۸، نسائی بحوالہ صحیح الجامع رقم الحدیث: ۵۱۱۲
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر و أکبرها
[3] مختصر فتاویٰ مصریہ ص: ۴۳۹
[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالی: ۳۵۱/۱ رقم الحدیث: ۸۵ و مسند أحمد: ۴۲۱/۱

اس حدیث میں پہلے نماز کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ اللہ کے حق کے بعد سب سے مقدم حق والدین کا ہے اس لئے جس طرح سب کا خالق و مالک رازق معبود ایک ہے اسی طرح والدین ہر شخص کا ایک ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالی واحد حقیقی ہے اور والدین واحد مجازی ہے یہ ایک بڑی مناسبت ہے والدین کے خالق حقیقی کے ساتھ اسی واسطے اللہ نے ان کے حقوق کو اپنے حق کے ساتھ ذکر کیا ہے تا کہ اولا د اللہ کے حق کے بعد والدین کے حق کو مقدم سمجھے پھر راہ خدا میں جہاد کا ذکر کیا ہے یہ دلیل ہے اس بات پر کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک و نیکی جہاد سے بڑھ کر ہے۔

عبداللہ بن عمرو عاص سے منقول ہے کہتے ہیں کہ:

''جاء رجل الی النبی ﷺ فاستاذ نه فی الجهاد فقال احیٌّ والداك فقال نعم قال ففیهما فجاهد ''[۱]

ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے جہاد کے لئے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں اس آدمی نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تم والدین کی خدمت کر کے اجر وثواب حاصل کرو۔

یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ خدمت والدین مقدم ہے جہاد سے حالانکہ جہاد وہ عمل ہے کہ جس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے غازی مغفور ہوتا ہے اور شہید ماجور مگر خدمت والدین اس سے بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔

دوسری روایت صحیح مسلم کی یوں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور

[۱] صحیح بخاری کتاب الادب باب لا یجاهد الا باذن الأ بوین: ۴۱۷/۱۰ رقم الحدیث: ۵۹۷۱، صحیح مسلم کتاب البرّ والصلة باب بر الوالدین وانهما احق به: ۳۴۴/۸ رقم الحدیث: ۲۵۴۹، الترمذی کتاب الجهاد باب فیمن خرج فی الغزو و ترك ابویه: ۲۰۰/۱، سنن نسائی کتاب الجهاد باب الرخصة فی التخلف لمن له والدان: ۱۰/۶، وابن حبان: ۲۵۸ ☆ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ اس صورت میں جہاد حرام ہے جب کہ والدین میں سے کوئی منع کر رہا ہو اور وہ مسلمان ہو حاشیہ جامع الاصول: ۴۰۲/۱

کہا میں ہجرت جہاد پر آپ سے بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طالب ہوں فرمایا:

''فهل من والدیك احد حیٌّ قال نعم بل كلاهما قال فارجع الی والدیك فاحسن صحبتهما''

تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ کہا ہاں دونوں زندہ ہیں فرمایا پس واپس ہوا پنے والدین کے پاس اور ان کی خدمت کر۔

اس جگہ صحبت و خدمت والدین کو ہجرت و جہاد دونوں پر ترجیح دی ہے۔

والدین کو راضی رکھنے کا حکم:۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ ہجرت پر بیعت کروں اور اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہوں آپ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

''فارجع الیهما فاضحکهما کما ابکیتهما''[۱]

تم اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت گذاری سے ان کو خوش رکھو اور جس طرح تم نے ان کو رلایا ہے اسی طرح ان کو ہنساؤ''

رضاعی ماں کا حق:۔

''عن ابی الطفیل قال رأیت النبی ﷺ یقسم لحما بالجعرانة اذا اقبلت امرأة حتی دنت الی النبی ﷺ فبسط لها ردائه فجلست علیه فقلت من هی قالو هی امه التی ارضعته''[۲]

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام جوانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی آپ کے قریب پہونچی تو آپ نے اپنی چادر بچھادی چنانچہ وہ عورت بیٹھ گئی میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ (جس کی رسول اللہ ﷺ نے اتنی عزت افزائی فرمائی) لوگوں نے بتایا یہ خاتون وہ ہیں جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا (یعنی قبیلۂ بنی سعد کی حلیمہ سعدیہ)

[۱] سنن ابن ماجہ کتاب الجهاد باب الرجل یغز وله أبوان: ۹۳۰/۴ رقم الحدیث: ۲۷۸۲ و مسند أحمد: ۱۹۴/۲

[۲] ابوداؤد کتاب الادب باب فی برّ الوالدین: ۳۳۷/۴ رقم الحدیث: ۵۱۴۴

خالہ کے ساتھ حسن سلوک:-

"عن ابن عمرؓ قال : اتى رسول الله ﷺ رجل فقال يا رسول الله لقد اذنبتُ ذنبا كبيرا فهل لى من توبة؟ فقال رسول الله ﷺ ألك والدان قال لا قال فلك خالة ؟ قال نعم قال فبرّها اذا"[1]

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے تو کیا اس سے توبہ کی کوئی (عملی) شکل ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا نہیں آپؐ نے دریافت فرمایا خالہ زندہ ہے اس نے کہا ہاں وہ زندہ ہیں آپؐ نے فرمایا جاؤ اس کی خدمت کرو۔

ماں کے انتقال کر جانے کے بعد اپنے خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا گویا زندگی میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے برابر ہے۔[2]

"عمرۃ القضا کے موقع پر حضرت حمزہؓ کی بیٹی امامہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دوڑتی ہوئی آئیں آپ ﷺ نے انہیں اٹھا لیا اور فرمایا کون اس بچی کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں .... کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے زیدؓ نے کہا میں .... کیونکہ یہ میرے مواخاتی بھائی کی بیٹی ہے جعفرؓ نے کہا یہ میرا حق ہے کیونکہ میری بیوی اس بچی کی خالہ ہے رسول اللہ ﷺ نے امامہ کو جعفرؓ کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا خالہ ماں کی طرح ہے" (صحیح مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ:

"الخالة بمنزلة الام"[3] یعنی خالہ ماں کے برابر ہے۔

---

[1] ترمذی أبواب البر باب ماجاء فی البرّ الخالۃ :۱۲/۲، اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں نیز ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے اور صحیح قرار دیا ہے (۲۰۲۲) اور حاکم کا بھی یہی قول ہے البتہ امام ترمذی کی ایک روایت میں مرسلاً مذکور ہے بحوالہ جامع الاصول :۴۰۶/۱

[2] ابوداؤد کتاب الطلاق (۳۵) ودارمی کتاب الفرائض (۳۸) بحوالہ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث :۸۷/۱

[3] ترمذی ابواب البرّ فی برّ الخالۃ ۱۲/۲

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے:- انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"الشرك بالله وقتل النفس و عقوق الوالدين"[1]

اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ناحق کسی کو قتل کرنا

عبداللہ بن عمرو عاصؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"الكبائر الاشراك بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، واليمين الغموس"[2]

اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور ناحق کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا بہت بڑے گناہ ہیں۔

ثوبانؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

"ثلاثة لا ينفع معهن عمل الشرك بالله وعقوق الوالدين والفرار من الزحف"[3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نفع نہیں دیتا ۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا ۳۔ میدان جنگ سے پیٹھ دکھانا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انجام مشرک اور عقوق والدین کا ایک ہی درجہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب (۷۸) باب عقوق الوالدین من الکبائر :۴۱۹/۱۰ رقم الحدیث : ۵۹۷۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر :۳۵۹/۱ رقم الحدیث :۸۸

[2] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب الیمین الغموس :۵۶۴/۱۱ رقم الحدیث :۶۶۷۵

[3] صحیح بخاری کتاب الاستئذان باب من ارتكا بين يدى اصحابه :۶۹/۱۱ رقم الحدیث : ۲۶۷۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر : ۳۵۹/۱ رقم الحدیث : ۸۷-۸۸، ترمذی أبواب البرّ باب ماجاء فی عقوق الوالدین :۱۲/۲

ہے ان کے ہوتے ہوئے دوسرے سارے اعمال کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔

والدین کی نافرمانی موجب جہنم :- بڑھاپے میں والدین اولاد کے لئے اتنے اہم ہوجاتے ہیں کہ وہ ان کی نجات کا سبب بن جاتے ہیں اور اگر ان کی توہین ہوان کو بدسلوکی کا نشانہ بنایا جائے تو تباہی کا سبب بن جاتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف قيل من يا رسو ل الله قال من ادرك ابويه عندك الكبر احدهما او كليهما فلم يدخل الجنة“[1]

خاک آلود ہوئی اس کی ناک پھر خاک آلود ہوئی اس کی ناک پھر خاک آلود ہوئی اس کی ناک عرض کیا گیا کس کی اے اللہ کے رسول ارشاد ہوا اس کی جس نے اپنے سامنے والدین میں سے ایک یا دونوں کا بوڑھاپا دیکھا اور جنت میں داخل نہ ہوسکا۔

حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے ظاہر ہے کہ جنت والدین کے ہاتھ میں نہیں لیکن اللہ تعالی بوڑھے دلوں کی فریاد اور سوال کو بنظر کرم دیکھتا ہے انہیں اگر اولاد خوش رکھتی ہے ان کی خدمت کرتی ہے تو یہ اتنی عظیم نیکی ہوتی ہے کہ جنت میں داخلہ کا باعث بنتی ہے اور اگر والدین دعائیں دیتے ہیں اور اللہ تعالی سے اولاد کی دونوں جہان میں کامیابی کی تڑپتے دلوں اور بھیگی آنکھوں سے دعا کرتے ہیں تو یہ دعا بھی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الادب باب رغم انف من ادرك ابويه فلم يدخل الجنة ۸/ ۳۴۹۔۳۵۰ رقم الحدیث: ۲۵۵۱، ترمذی (۳۵۳۹) الدعوات امام ترمذی نے حسن فرمایا جبکہ ابن حبان اور حاکم صحت کی بات کرتے ہیں حافظ منذری نے مختلف سندوں میں سے ایک سند کی تحسین فرماتے ہیں جو مسند احمد میں وارد ہے: ۲/ ۳۶۴ اور جامع الاصول: ۱/ ۴۰ میں بھی وارد ہے ابن ماجہ کتاب الادب (۳۳) باب برالوالدین: ۲/ ۱۲۰۸

جنت میں داخلے کا سبب بنتی ہے اور اگر انسان والدین کی پریشانی کلفت غم اور رسوائی کا باعث بنتی ہے تو اس کا یہ رویہ بربادی وتباہی کے لئے کافی ہے سچ ہے والدین کی جوانی اولاد کے لئے رحمت وسراپا محبت اور بوڑھاپا سراپا برکت ہے۔

مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور نے اس حدیث کی کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

اک دن نبیؐ نے حلقہ احباب میں کہا — دہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
پوچھا صحابہ نے کہ وہ بدبخت کون ہے — توقیر جس کی حضرت باری میں گھٹ گئی
فرمایا آپؐ نے کہ وہ اولاد ناخلف — گھر جس کے آئی رحمت اور آکر پلٹ گئی

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ثلاثة لا ينظر الله اليهم يوم القيامة العاق لوالديه ومدّ من الخمر والمنان عطائه وثلاثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث والرجلة“[1]

قیامت کے دن اللہ تعالی تین شخص کی طرف نہیں دیکھے گا ۱۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا ۲۔ شراب پینے والا ۲۔ احسان جتانے والا اور تین شخص ایسے ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے ۱۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا ۲۔ دیوث ۳۔ رجلة

منذری نے کہا:

”الديوث بتشديد الياء هو الذى يقر اهله على الزنا مع علمه بهم والرجلة بفتح الراء وكسر الجيم هى المترجلة المتشبهة بالرجال“

---

[1] رواہ النسائی والبزار واللفظ باسنادین جیدین والحاکم وقال صحیح الاسناد وروی ابن حبان فی صحیحہ شطرہ الاول

دیوّث وہ مرد ہے جو اپنی بیوی کی بدکاری کی خبر رکھتا ہو لیکن اس کو منع نہ کرتا ہو رجلۃ وہ عورت ہے جو مردوں کی مشابہت کرے یعنی مردنما عورت۔

ابوبکرہؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا:

”الا أنبئکم باکبر الکبائر قلنا بلیٰ یا رسول اللہ قال الاشراك باللہ وعقوق الوالدین و کان متکئا فجلس فقال: الا وقول الزور وشھادۃ الزور الا وقول الزور وشھادۃ الزور فما زال یقولھا حتی قلت لا یسکت“[1]

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کیا میں تم کو بڑے گناہوں سے زیادہ گناہ سے آگاہ نہ کردوں صحابہ نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! ضرور یہ سوال تین بار آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا راوی کہتے ہیں کہ آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینی خبردار جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینی یہ بات آپ برابر کہتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا آپ خاموش نہیں ہوں گے۔

اطاعت والدین طلاق کے معاملے میں:۔والدین کی اطاعت کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر وہ رفیقۂ حیات کو طلاق دے کر الگ کرنے اور اس سے رشتۂ زوجیت منقطع کرنے کا حکم دیں تب بھی ان کا حکم رد نہیں کیا جاسکتا بشرطیکہ حق والدین کی

---

[1] صحیح بخاری (٥٩٧٦) کتاب الادب (٧٨) باب عقوق الوالدین من الکبائر: ٤١٩/١٠، صحیح مسلم کتاب الایمان باب (٣٨) بیان الکبائر و اکبرھا: ٣٥٩/١ رقم الحدیث: ٨٧، ترمذی أبواب البر باب ماجاء فی عقوق الوالدین: ١٢/٢

[2] سنن أبی داؤد کتاب الادب باب فی برّ الوالدین: ٣٣٥/٤۔٣٣٦ رقم الحدیث: ٥١٣٨، ترمذی کتاب الطلاق باب ماجاء فی الرجل یسأله أبوہ ان یطلق امرأته: ١٤٢/١ سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب الرجل یامر ابوہ بطلاق امرأته: ٦٧٥/١ حدیث: ٢٠٨٨

جانب ہو اور بیوی قصوروار ہو چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

”کانت امرأۃ و کنت أحبھا و کان عمر یکرھھا فقال لی: طلقھا فابیت فاتی عمر النبی ﷺ فذکر ذالك له فقال النبی ﷺ طلقھا“[2]

میری زوجیت میں ایک عورت تھی جس سے مجھے بے حد محبت والفت تھی اور میرے ابا (حضرت عمرؓ) کو اس سے نفرت تھی ایک بار انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دے دو لیکن محبت کی وجہ سے میں نے طلاق دینے سے انکار کردیا میرے والد (عمرؓ) نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر میری شکایت کردی تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔

مسند أحمد میں بایں الفاظ مروی ہے۔[1]

”اطع اباك“

یعنی اپنے والد کا حکم مانو

چنانچہ میں نے باپ کے حکم سے طلاق دے دی۔

سعادت منداولاد ایسی ہی ہوتی ہیں کہ والدین کی رضامندی کو اپنی بیوی سے محبوب چیز پر مقدم رکھتی ہے اب تو دور حاضر میں بیوی کے کہنے پر ناخلف اولاد والدین کو چھوڑ دیتی ہیں ایسے ہی شخص کو جوروں کا غلام کہتے ہیں یہ حرکت آثار قیامت میں سے ہے ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں:

”کان رجل منا برا بوالدیه فامراہ أو أمرہ أحدھما ان یتزوج فتزوج فوقع بین أمه و بین أمراته شر، وافقه اھله فقالت له أمه

---

[1] مسند أحمد: ٢٠/٢

[2] شرح السنة باب برالوالدین (٣٤٢١) جامع ترمذی البر والصلة باب ماجاء من الفضل فی رضاء الوالدین ١٢/٢ وقال حدیث صحیح۔ سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب الرجل بأمرہ أبوہ بطلاق امرأته: ٦٧٥/١ رقم الحدیث: ٢٠٨٩

طلقها قال فاشتد عليه أن يطلق امرأته و اشتد عليه ان يعق امه قال دخل الى ابى الدرداء فقص عليه قصته فقال ما كنت امرك ان تطلق امرأتك و لا ان تعق أمك و لكن ان شئت حدثتك حديثا سمعته من النبى ﷺ الوالد أوسط ابواب الجنة فحافظ ان شئت اوضع قال فانا اشهدكم انها طالق فرجع و قد طلق امرأته ''۲

ہم میں سے ایک آدمی جو اپنے ماں باپ کا بڑا مطیع وفرمانبردار تھا اس کے والدین نے یا دونوں میں سے کسی ایک نے اسے شادی کرنے کا حکم دیا تو اس نے شادی کر لی پھر اس کی ماں اور اسکی بیوی میں اختلاف ہو گیا اور اس کی بیوی نے اسے موافقت کی تو ماں نے اس سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اس پر بیوی کو طلاق دینا شاق گذرا اور اپنی ماں کی نافرمانی بھی دشوار ہوئی راوی کا بیان ہے کہ وہ آدمی ابو درداء کے پاس گیا اور ان سے اپنا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نہ تو تجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں اور نہ ماں کی نافرمانی کرنے کا لیکن اگر تو چاہے تو میں تجھ سے ایسی حدیث بیان کردوں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ والدین جنت کے بہترین اور افضل دروازوں میں سے ہیں اب اگر تو چاہتا ہے تو اس کی حفاظت کر یا اسے ضائع کردے اس آدمی نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے طلاق دیدی پھر وہ واپس گیا اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ:

''اوصانی رسول الله ﷺ بعشر كلمات قال : لا تشرك بالله

---

۱ مسند أحمد ۲۳۸/۵ صحيح الترغيب والترهيب البر والصلة باب الترهيب من ترك الصلوة تعمداً (۵۶۷) ارواء الغليل: ۸۹/۷ علامہ البانیؒ ارواء الغلیل میں متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ''جمله القول ان الحديث بهذه الطرق والشواهد صحيح بلا ريب''
خلاصہ کلام یہ کہ یہ حدیث ان طرق اور شواہد کی بنا پر بلا شبہ صحیح ہے ارواء الغلیل ۹۱/۷

شيئا وان قتلت أو حرقت ولا تعقن والديك وان امراك أن تخرج من أهلك و مالك ....الحديث ''۱

رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اگرچہ تجھے قتل کردیا جائے اور نذر آتش کردیا جائے اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھے اپنی بیوی اور اپنے گھر سے نکل جانے کا حکم دیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں:

''میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ تم اپنی بیوی (عاتکہ) کو طلاق دیدو بظاہر اس کا کوئی جرم نہ تھا والد صاحب کا خیال یہ تھا کہ عبداللہ اس کے حسن کا شیدائی بن کر اس طرح دنیاوی کاروبار سے بے نیاز ہو رہا ہے کہ بازار وغیرہ بھی نہیں جاتا بہرحال ان کے احترام میں میں نے ایک طلاق دے ہی دیا جس کا مجھ کو بے حد غم ہوا ایک دن والد صاحب نماز پڑھنے کے لئے جا رہے تھے ان کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا اور یہ دلآویز اشعار پڑھنے لگا:

اعاتك لا انساك مازر شارق   وما ناج قمری الحمام المطوق

فلم ار مثلی طلق اليوم مثلها   ولا مثلها فی غير جرم تطلق

اے عاتکہ! جب تک آفتاب چمکتا رہے گا اور جب تک قمری نوحہ کرتی رہے گی میں تجھے بھول نہ سکوں گا میں اپنی مثال نہیں دیکھتا ہوں جس نے تجھ جیسی عورت کو بلا کسی جرم کے طلاق دے دی ہو۔

بالآخر میرے والد اس شعر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے مجھ کو رجوع کرنے کا حکم دے دیا۔

خدمت والدین کا پھل دنیا میں: - معاویہ بن انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ رواہ ابویعلی والطبرانی والحاکم والاصبہانی وقال الحاکم صحیح الاسناد
۲ مسند أحمد ۲۶۶/۳

''من برّا والدیه طوبیٰ له زاد الله فی عمره ''[1]

جس نے والدین کے ساتھ نیکی کی اس کو خوشی ہو اللہ اس کی عمر دراز فرمائے۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من سره ان یمد له عمره و یزداد فی رزقه فلیبر والدیه ولیصل رحمه ''[2]

جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اسکی روزی میں زیادتی و برکت ہو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔

ثوبانؓ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبه و لا یرد القدر الا الدعاو لا یزید فی العمر الا البرّ ''[1]

یہ حقیقت ہے کہ آدمی گناہ کا مرتکب ہو کر روزی تک سے محروم ہو جاتا ہے دعائیں تقدیر کو بدل دیتی ہیں اور نیکی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔

جب والدین کا بوڑھاپا آتا ہے تو انکی حیثیت بلند تر ہوتی ہے اس حالت میں ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں محبوب بن جاتا ہے اس خدمت کے حوالے سے اس کی بڑی سے بڑی مصیبت کٹ سکتی ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی کی دعا قبول کر لیتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مشہور روایت ہے تین آدمی کہیں جا رہے تھے بارش ہونے لگی بارش سے بچنے کے لئے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لے لیا پہاڑ سے ایک بھاری چٹان غار کے دہانے پر آ گرا اور غار سے نکلنے کا راستہ بند ہو گیا اب انہوں نے باہم گفتگو کی اور طے کیا کہ ہر آدمی رضائے الٰہی کا کوئی نیک عمل یاد کرے

---

[1] اس روایت کو ابن ماجہ اور حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے الفاظ ابن حبان کے ہیں نیز حاکم نے بھی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے ابن ماجہ المقدمة باب فی القدر: ۳۵/۱ رقم الحدیث: ۸۹ و کتاب الفتن باب العقوبات ۳۴۴/۶ رقم الحدیث: ۴۰۶۶

اور اس کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے ہو سکتا ہے غار سے نکلنے کا راستہ نکل آئے ان تینوں میں سے ایک نے اپنے بوڑھے والدین کو ترجیحی خدمت گذاری کا حوالہ دیا اور اس مصیبت کے ٹل جانے کی دعاء کی اس نے کہا:

''اللهم انه کان والدان شیخان کبیران ولی صبیة صغار کنت ارعی علیهم فاذا جئت علیهم فحلبت بدأت بوالدی اسقیتهما قبل ولدی و انه نأی بی الشجر فما اتیت حتی امسیت فوجدتهما قد ناما فحلبت کما کنت احلب فجئت بالحلاب فقمت عنه رؤوسهما اکره ان اوقظهما من نومهما و اکره ان ابدأ بالصبیة قبلهما و الصبیة یتضاغون عند قدمی فلم یزل ذالك و ابی و دابهم حتی تطلع الفجر فا ن کنت تعلم انی فعلت ذلك ابتغاء وجهك فاخرج لنا فرجة نری منها السمآء ففرج الله لهم فرجة حتی یرون منها السمآء ''[1]

اے اللہ! میرے عمر دراز بوڑھے والدین تھے اور چھوٹے بچے بھی ان کے لئے میں ریوڑ پال رکھا تھا جب جا کر دودھ دوہ کر لاتا تو اپنے بچوں سے پہلے اپنے والدین کو دودھ پلاتا تھا اتفاقاً ریوڑ چرانے دور نکل گیا جب واپس آیا تو رات ہو چکی تھی اور والدین سو چکے تھے جیسے میں دودھ دہتا تھا دودھ دودھ دوھ کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا مجھے اچھا نہ لگا کہ انہیں نیند سے بیدار کروں اور یہ بھی نہیں پسند کیا کہ ان کے پلانے سے پہلے دودھ بچوں کو پلاؤں بچے میرے پیر کے پاس بھوک سے بلبلاتے رہے میری اور میرے بچوں کی یہ حالت طلوع فجر تک قائم رہی اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ تیری رضا کے حصول کے لئے کیا ہے تو چٹان اتنا ہٹا دے کہ جھروکے سے آسمان

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باجابة دعا من برّ والدیه رقم الحدیث: ۵۹۷۴۔ یہ حدیث کئی طرق و الفاظ سے آئی ہے۔

[2] صفوة الصفوة ۲۱۰/۱

دیکھ سکیں اسی طرح دوسرے آدمیوں نے اپنے خالص صالح اعمال کا حوالہ دے کر دعا کی ان کی دعا قبول ہوئی اور چٹان غار کے منہ سے ہٹ گیا اور ہلاکت سے انہیں بچالیا گیا۔

ماں کی خدمت کا ایک نایاب واقعہ:- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کھجور کے درخت ہزار ہزار درہم کو پہونچ گئے تھے ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت اسامہ بن زید اپنے کھجور کے درخت کا گابھا نکال رہے ہیں حالانکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ کھجور کے درخت کس قدر قیمتی ہوگئے ہیں لوگوں نے اعتراض کیا اسے کیوں بیکار کر رہے ہیں آپ نے جواب دیا:

''ان امی سالتها و لا تسئلنی شیئا اقدر علیها الا اعطیتهما ''[۲]

میری ماں نے یہ گابھا مجھ سے طلب کیا ہے اور جب کبھی میری ماں ایسی چیز طلب کرے گی جو میری اختیار قدرت کی چیز ہوگی ضرور دوں گا خواہ اس چیز کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

دوسرا واقعہ:- امام ابن جوزیؒ تحریر فرماتے ہیں[۱]

''حضرت حفصہ بنت سیرین کی عادت تھی کہ جب مسجد میں داخل ہوتیں تو ظہر و عصر و مغرب عشاء اور فجر بلکہ اشراق پڑھ کر گھر واپس آتیں اشراق کے بعد جو تھوڑا سا وقت ظہر سے پہلے تک بچتا اس وقت گھر میں رہتیں ورنہ سارا وقت مسجد میں بیٹھ کر بسر کرلیتیں اسی طرح حضرت حفصہ تیس برس تک اپنے مصلی پر ڈٹی رہ گئیں اس میں جاڑوں کا موسم بھی آتا تھا تو ان کا لڑکا ماں کی راحت کے لئے جاڑوں میں انگیٹھی لاتا اور بانس کے ٹکڑے اور چھلکے اترے ہوئے ریشے جلاتا اور اس احتیاط سے آگ جلاتا کہ ان کی والدہ کا بیان ہے کہ مجھے دھواں سے کبھی تکلیف نہ ہونے پاتی اور دیر تک وہ میرے پاس انگیٹھی

[۱] صفوۃ الصفوۃ: ۴/۱۶۷

[۲] صفوۃ الصفوۃ: ۴/۱۶۸

لئے کھڑا رہتا اور مجھے گرمی پہنچاتا ان کی ماں کہتی ہیں کہ میرے بیٹے کے پاس دوسرے ملازمین اور خدمت گار موجود تھے ان کے ذمہ یہ کام سپرد کر سکتا تھا مگر ایسا نہیں کیا یہ خدمت اس نے ہمیشہ خود ہی انجام دی دیر ہوجانے پر میں اسے کہتی تھی:

''یا بنی ارجع الی اهلك ''

اے میرے پیارے بیٹے! اپنے بال بچوں میں جاؤ مگر وہ میری خدمت میں دیر تک مشغول رہتا اور بہت دیر کے بعد واپس جاتا۔

باپ کی خدمت کا ایک لطیف واقعہ:- امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں:[۱]

سلام راوی ہیں ایک نوجوان نے اپنے باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے بہترین باپ ہیں میرے پاس گائیں ہیں شام کے وقت ان کا دودھ دوہتا ہوں اور اپنے بال بچوں کو پلانے سے پہلے باپ کے پاس لاتا ہوں اور یہ نماز عشاء کے بعد نوافل میں مشغول رہتے ہوئے صبح کر دیتے ہیں اور میں اسی طرح دودھ لئے کھڑا رہتا ہوں اور وہ اسی طرح نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

''فلا زال قائما علیه والاناء فی یدی وهو مستقبل علی صلوته حتی یطلع الفجر''

شیخ نے تصدیق کی اور لڑکے کی تعریف کی اس کے بعد کہا کہ میں اپنا عذر بتلادوں یہ کہ جب میں نماز پڑھنے لگتا ہوں اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتا ہوں تو میرے دل کو ایسی دلچسپی ہوجاتی ہے کہ میں سب کچھ بھول جاتا ہوں سلام کہتے ہیں کہ میں نے جب اس روایت کو سفیان بن عنینہ سے بیان کیا تو فرمایا:

''هذان یدفع بهما عن اهل الارض ''

یہ دونوں باپ بیٹا ایسے نیکوکار اور تقوی شعار ہیں کہ ان کی برکت سے

[۱] مرآۃ الجنان: ۱/۴۲۲

زمین والوں کی بڑی سی بڑی مصیبت دور ہوسکتی ہے

باپ کی خدمت کا ایک نادر واقعہ:- علامہ یافعی فرماتے ہیں:

وہ برآمکہ جن کے اولوالعزم افرادمملکت بغداد کا سارا انتظام اپنے کمان میں رکھے ہوئے تھے اور جس کی سطوت وشوکت کی دھاک پورے قلمرو پر بیٹھی ہوئی تھی اور جن کی سخاوت وفیاضی کی شہرت چادر دانگ عالم میں پہونچ چکی تھی جب ان پر خلیفہ ہارون رشید کا عتاب نازل ہوا تو فضل برمکی اوران کے والد محترم یحیٰ برمکی قید خانہ میں ڈال دیئے گئے فضل برمکی اپنی وزارت کے زمانہ میں بھی اپنے باپ کے بے حد خدمت گذار وجانثار تھے اہل سیر وتواریخ نے فضل برمکی کے متعلق یہ جملہ لکھا ہے:[۱]

''کا ن الفضل کثیر البر بابیہ''

فضل اپنے باپ کے ساتھ بے حد سلوک کرنے والے تھے۔

جب قید خانہ میں ڈال دیئے گئے اور جاڑوں میں قید خانہ کے اندر پانی گرم ہونے کا کوئی انتظام نہ تھا تو فضل برمکی تانبہ کے لوٹا میں پانی بھر کرلاتے اوراس کو اپنے پیٹ کے ساتھ چمٹائے رہتے تاکہ پیٹ کی گرمی سے اس کی ٹھنڈک کچھ دور ہو سکے اور بوڑھے باپ کو صبح کے وقت وضوء کے لئے قدرے گرم پانی مل سکے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے والدین موجود ہیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک موجود ہے یہ وقت غنیمت ہے جن کی خدمت گذاری کرکے اجر دارین حاصل کرسکتے ہیں افسوس ان لوگوں کو ہے جن کے ماں باپ ان کی کم عمری میں اللہ کو پیارے ہوگئے اب جب کہ وہ ماں باپ کی خدمت کے لائق ہوئے تو خدمت واطاعت سے محروم ہیں۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اپنی ماں کی قبر پر روروکر یہ اشعار کہا تھا ؎

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار — کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بےقرار
خاک مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا — اب دعائے نیم شب میں کس کو یاد آؤں گا

عمر بھر تیری محبت میری خدمت کررہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

سچ ہے ؎

ماں باپ سے رکھو تو محبت ماں باپ پھر ملتے کہاں — مت ہو خفا ان پر کبھی ماں باپ پھر ملتے کہاں
عورت ملے، عزت ملے، حرمت ملے، شہرت ملے — نعمت ملے دولت ملے ماں باپ پھر ملتے کہاں
کران کی خدمت تو سدا دل ان کا ہرگز مت دکھا — مت بول کچھ ان کو برا ماں باپ پھر ملتے کہاں
ان کی بڑی قسمت ہے جو کرتے ہیں خدمت دوستو — یہ بات سچ ہے دیکھ لو ماں باپ پھر ملتے کہاں

اے حافظ کمتر سدا ماں باپ سے رکھ دوستی
اس میں تمہارا ہے بھلا ماں باپ پھر ملتے کہاں

جس دین میں والدین کا اس قدر مقام ہے آج اس کے ماننے والوں کے اندر والدین کا بڑھاپا رسوا ہو چکا ہے بڑھاپا جو والدین کی رفعت ہے اسے پستی مل چکی ہے کیا خوش نصیب ہیں وہ اولاد جو بڑھاپے ان کے ہاتھ پاؤں بن جاتے ہیں اوران کے بوڑھاپے کی رفعت کو چار چاند لگا دیتے ہیں کتنے شریف وضع دار ہوتے ہیں وہ

[۱] ترمذی (۱۹۶۶) أبواب البرّ باب فی اکرام صدیق الوالد (۵) ابو داؤد (۵۱۴۲) کتاب الادب باب برّ الوالدین۔ابن ماجہ (۳۶۶) کتاب الادب باب صل من کان ابوک یصل۔ابن حبان (۲۰۳۰) البتہ اس میں علی بن عبید الساعدی ہیں جن کی صرف ابن حبان توثیق کرتے ہیں باقی تمام سندوں میں سبھی راوی ثقہ ہیں بحوالۂ جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۱/۴۰۷

لوگ جو والدین کے بڑھاپے کو برکت اور نجات کا باعث بنا لیتے ہیں انسان کی شرافت تہذیب اور وضع داری کا امتحان لینا ہو تو یہی کافی ہے کہ وہ والدین کا بڑھاپا میں احترام کرنا جانتے ہیں اور ان کی خدمت کو اپنے لئے خوش نصیبی سمجھتے ہیں والدین کا بڑھاپا جس کی عظمت دین میں مسلم ہے اس مادی دور میں وہ پامال ہے کون ہے قرآن اور نبوی معیار کے احترام اور خدمت سے انہیں شاد کام کرتا ہے۔

والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک: -عبداللہ بن دینار سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''باپ کے انتقال کر جانے کے بعد ان کے دوست احباب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا گویا زندگی میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے برابر ہے''[۱]

''عن ابی اسیدن الساعدیؓ قال بیننا نحن عند رسول الله ﷺ اذا جاء ہ رجل من بنی سلمة فقال یارسول الله! ھل بقی من ابویّ شی ابرھما به بعد موتھما قال نعم الصلوة علیھما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما وصلة الرحم التی لا توصل الا بھما واکرام صدیقھما''[۱]

ابو اسید فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! والدین کے

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب فی برّ الوالدین ۴/۳۳۶ رقم الحدیث: ۵۱۴۲ وابن ماجہ کتاب الادب باب صل من کان ابوک یصل ۲/۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۲۰ رقم الحدیث: ۳۶۶۴ ومسند أحمد ۳/۴۹۸
[۲] مسند أحمد ۲/۸۸
[۳] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل صلة اصدقاء الاّب ۸/۳۵۰۔۳۵۱ رقم الحدیث: ۲۵۵۲ وترمذی أبواب البر والصلة باب ماجاء فی اکرام صدیق الوالد ۲/۱۲ أبوداؤد کتاب الادب باب فی برّ الوالدین ۴/۳۳۷ رقم الحدیث: ۵۱۴۳ مسند أحمد ۲/۹۱

انتقال کر جانے کے بعد ان کا کوئی حق باقی رہتا ہے جسے مجھے ادا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعاء واستغفار کرو اور جو (جائز) وصیت وہ کر گئے ہیں اسے پورا کرو ماں باپ سے جن لوگوں کی رشتہ داری ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کی خاطر تواضع کرو۔

نیز فرمایا:

''ان ابر البرّ صلة المرء وُدّ ابیه بعد ان یولیّ''[۲]

سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ وارث ہونے کے بعد باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کیا جائے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ: -

''عن عبد الله بن دینار عن عبد الله بن عمر ان رجلا من الاعراب لقیه بطریق مکة فسلم علیه عبد الله بن عمر و حمله علی حمار کان یرکبه و اعطاه عمامة کانت علی راسه قال ابن دینار فقلنا له اصلحك الله انھم الاعراب وھم یرضون بالیسیر فقال عبد الله بن عمر ان ابا ھذا کان ودّا لعمر بن الخطاب وانی سمعت رسول الله ﷺ یقول ان البرّ صلة الولد اھل ود ابیه''[۳]

عبداللہ بن دینار عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ مکہ کے راستے میں جب کہ وہ حج کو جا رہے تھے ایک دیہاتی عرب ان سے ملا تو عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کیا اور ایک خچر جس پر وہ سواری کرتے تھے دیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر پہنا دیا میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ تو بدو لوگ ہیں تھوڑی چیز پر بھی مطمئن ہو جاتے ہیں انہوں نے فرمایا اس کا باپ میرے باپ عمر کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

[۱] مسلم ص: ۲۱۱
[۲] لقمان: ۱۵

یہ بہت بڑی نیکی ہے کہ لڑکا اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

چچا و بھائیوں کے حقوق :- ہر مسلمان کے نزدیک بھائیوں کے حقوق آباء واجداد کی اولاد کی طرح ضروری ہیں چھوٹے بھائیوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑے بھائیوں کا احترام کریں جس طرح وہ اپنے باپوں کی عزت وتوقیر کرتے ہیں اور بڑے بھائیوں پر بھی ذمہ داریاں ہیں جوان کے والدین پر ان کے حقوق وواجبات ہیں اسی طرح آدمی کا چچا اس کے والد کے درجہ میں ہوتا ہے حدیث میں ہے:

''عم الرجل صنو أبيه ''۱

مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک :- مخلوقات میں اس دنیا میں سب سے عظیم ہستی والدین کی ہوتی ہے اور ہر مرحلہ حیات میں باعث تکریم ہوتے ہیں حتی کہ والدین اگر مشرک ہوں تب بھی اپنی اولاد کی تعظیم واحترام کا استحقاق رکھتے ہیں اور صلہ رحمی کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾۲

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کئے جانا۔

(۱) حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی روایت ہے:

''قدمت امی وهی مشركة فی عهد قريش و مدتهم اذا عاهدوا

---

۱ صحیح بخاری کتاب الهبة باب الهدية للمشركين ۲۷۵/۵ وکتاب الادب باب صلة المرأة أمها ۴۲۷/۲۰ (۵۹۹۷) وصحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب فضل النفقة الصدقة علی الاقربین :۹۴/۴ رقم الحدیث:۱۰۰۳

النبی ﷺ مع ابيها فاستغيث النبی ﷺ فقلت ان امی قدمت وهی راغبة افاصل امی قال نعم صلی امك ''۱

ایام صلح حدیبیہ میں میری مشرکہ ماں آئیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اور عرض کیا میری ماں آئی ہوئی ہیں وہ مدد کے لئے خواہش مند ہیں تو کیا میں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کروں ارشاد ہوا ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو دعوت اسلام دیتا تھا جب کہ وہ مشرکہ تھیں ایک روز میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے انکار کر دیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا تو وہ انکار کر جاتی تھیں لیکن آج میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے آپ ﷺ کے بارے میں مجھے تکلیف دہ باتیں سنائی آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالی ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللهم اهد ام ابی هريرة''

اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دے۔

میں رسول اللہ ﷺ کی دعا سے خوش ہو کر وہاں سے نکلا اور اپنے گھر کے پاس پہونچا تو دیکھا دروازہ بند ہے میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا ابو ہریرہ اپنی جگہ پر رکے رہو اور میں نے پانی کی آواز سنی وہ غسل سے فارغ ہو گئیں اپنا کرتا زیب تن کیا اور جلدی سے اپنا دوپٹہ اوڑھا اور دروازہ کھولا پھر کہا ابو ہریرہ:

''أشهد ان لا اله الا الله وأشهد ان محمدا عبده ورسوله ''

---

۱ صحیح مسلم کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب فی فضل ابی ہریرۃ ۲۹/۸ رقم الحدیث:۲۴۹۱

۲ مشکوۃ المصابیح مجمع میں ہیثمی نے یہی حدیث معنا روایت کی ہے ۲۸۲/۳ البتہ زید بن ارقم کی روایت کردہ ہے دیکھئے جامع الاصول فی احادیث الرسول (۲۱۰) ۴۱۰/۱

۳ ابرہیم :۴۱

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ واپس آیا اور میں خوشی سے رو رہا تھا میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ خوش ہو جایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی اس پر آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے آپ دعا فرما دیجئے کہ مجھ کو اور میری ماں کو اپنے مومن بندوں کے لئے محبوب بنا دے اور انہیں ہمارے نزدیک محبوب بنا دے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللھم حبب عبیدک ھذا (یعنی ابا ھریرۃ) و امه الیٰ عبادک المؤمنین"[1]

اے اللہ! اپنے اس پسندیدہ (ابو ہریرہ) کو اور اسکی ماں کو اپنے مومن بندوں کے نزدیک محبوب بنا دے اور مومنوں کو ان کے نزدیک محبوب بنا دے۔

اس دعا کا اتنا بڑا اثر ہوا کہ جو مومن بھی مجھ کو سن لیتا ہے اور دیکھتا نہیں ہے وہ ضرور مجھ سے محبت کرتا ہے۔

والدین کے لئے دعائیں: -والدین کے انتقال کے بعد جو لڑکا اپنے والدین کے حق میں دعائے استغفار کرے گا تو اللہ اسکا نام نیک اولاد میں درج فرمائے گا اگرچہ وہ ان کی زندگی میں نافرمان رہا ہو[2]

دنیا میں شاید کوئی ایسا شخص ہو جس نے ہمیشہ ہر کام والدین کی عین مرضی کے مطابق کئے ہوں اور ان کے حقوق میں کچھ نہ کچھ کوتاہی نہ کی ہو ایسی حالت میں ہر شخص کو اپنے والدین کے حق میں درج ذیل دعائیں مسلسل کرتے رہنا چاہئے:

---

۱ بنی اسرائیل:۲۴
۲ نوح:۲۸
۳ الأحقاف:۱۵

۱-﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾[3]

اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش دے جس دن حساب ہونے لگے۔

۲-﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا﴾[1]

اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

۳-﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾[2]

اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوائے بربادی کے اور کسی بات میں نہ بڑھا۔

۴-﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[3]

اے میرے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اولاد کے حقوق

تربیت اولاد اور والدین کی ذمہ داریاں

اولاد پر والدین کے حقوق کو تو سب مذاہب نے تسلیم کیا ہے اور ان کی ادائیگی اور والدین کی خدمت کی بڑی تاکید کی ہے اسلام بڑوں پر بھی چھوٹوں کے حقوق عائد کرتا ہے اور بڑی تفصیل سے ان کے حقوق کا احاطہ کیا ہے اس کا ایک جامع اصول محمد عربی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

”مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا“[1]

جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یہ اصول محض عمر میں چھوٹے بڑے پر نہیں ہے بلکہ مرتبہ میں بھی چھوٹے بڑے سب پر حاوی ہے اگر اسی اصول پر عمل کیا جائے تو حاکموں، محکوموں، افسروں، ماتحتوں، آقاؤں، اور خادموں، ہر طبقہ کے چھوٹوں بڑوں میں ناگواری نہ پیش آئے ناگواری ہمیشہ اس اصول میں عدم توازن سے پیدا ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں اولاد کو زینت، نعمت، دل کا ٹکڑا، آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ٹھنڈک وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے ایک عربی شاعر اپنے جذبات کی تصویر یوں پیش کرتا ہے۔

انما اولادنا بیننا　　　اکبادنا تمشی علی الارض

[1] ترمذی ابواب البرّ باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان ۱۴/۲، ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرحمۃ ۲۸۶/۴: حدیث: ۴۹۴۳، مسند احمد ۲۵۷/۱

لو هبت الريح على بعضهم　　　لامتنعت عيني من الغمض

ہماری اولاد ہمارے جگر گوشے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں ان کو اگر زوردار ہوا بھی لگے تو ہماری آنکھوں سے نیند غائب ہو جاتی ہے۔

اولاد والدین کا نام باقی وزندہ رکھتی ہے ان کی سربلندی کا ذریعہ بنتی ہے ان کی وارث وجانشین بنتی ہے لہذا ان کی اچھی تربیت اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور انکی صحیح رہنمائی اور دیکھ بھال والدین کے ذمہ اولاد کا ایک اہم ترین حق ہے ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

نعم الله على العباد كثيرة　　　وأجلهن نجابة الاولاد

بندوں پر اللہ تعالی کی بے شمار نعمتیں ہیں ان میں سے سب سے بڑی نعمت نجیب وشریف اولاد ہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾[1]

مال اور اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہیں۔

انسان اس دنیا میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اپنی اولاد کے لئے جیتا ہے انسان کے دل میں فطری طور پر اولاد سے محبت کا جذبہ موجود رہتا ہے اور اسی جذبہ کی تسکین کے لئے انسان اولاد کی خاطر اپنے آرام وراحت اور جان ومال ہر ایک چیز کی قربانی گوارہ کر لیتا ہے ایک مومن ہر وقت نیک اولاد کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے۔

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[2]

اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا کر۔

[1] الکہف: ۴۶

[2] الصافات: ۱۰۰

نیز فرمایا:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾[1]

اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اوراولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمااورہمیں پرہیز گاروں کا امام بنادے۔

اولاد جب نیک ہوتی ہے تو واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب ونظر کی تسکین و راحت کا سبب بنتی ہے اولاد کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اور وفات کے بعد صدقہ جاریہ کی شکل میں ملتا رہتا ہے لیکن جب اولاد بگڑ جائے تو والدین کے لئے ناسور بن جاتی ہے حضرت نوح علیہ السلام کی مثال موجود ہے جب انہوں نے اپنے کافر لڑکے کنعان کے ڈوبنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے اسے بچانے کی فریاد کی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے اس سفارش کو قبول کرنے سے منع کر دیا:

﴿قَالَ يَا نُوْحُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنِّىْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾[2]

اے نوح! یہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو مجسم بدعمل ہے تو اس بات کا مجھ سے سوال نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں فرمایا:

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾[3]

سو ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔

۱؎ الفرقان:۷۴
۲؎ ہود:۴۶
۳؎ الاعراف:۸۳

یعنی وہ ان لوگوں میں باقی رہ گئی جن پر اللہ کا عذاب آیا کیونکہ وہ بھی مسلمان نہیں تھی اوراس کی ہمدردیاں بھی مجرمین کے ساتھ تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو کہیں آزمائش قرار دیا اور کہیں دشمن کہتے ہوئے ان سے چوکنا رہنے کی ہدایت کی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾[1]

اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ان سے چوکنا رہو۔

نیز فرمایا:

﴿اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾[2]

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ بچے والدین کے لئے اللہ کی عطا کردہ امانت ونعمت ہیں اور یہ اپنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتے ہیں انہیں اچھا برا مومن یا کافر، صالح یا فاسق وفاجر بنانے میں والدین کا سب سے بڑا کردار ہوتا ہے۔

اسی لئے سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

”ما من مولود الايولد علىٰ الفطرة فابواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه “[3]

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں اولاد کو ایک ایسا کورا کاغذ بتایا گیا ہے جس پر جو بھی رنگ ڈالا

۱؎ التغابن:۱۴
۲؎ التغابن:۱۵
۳؎ صحیح بخاری ومسلم کتاب الجنائز

جائے وہ ثبت ہوجاتا ہے اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے لئے کون سا رخ اپناتے ہیں ان نونہالوں کو جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی اور دینی تعلیم وتربیت کی جائے تو آگے چل کر ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے بھی مطیع وفرماں بردار ہوں گے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے اکثر لوگوں نے تربیت کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے کہ بچوں کی جسمانی تندرستی کی طرف توجہ دی جائے انہیں اچھی غذا عمدہ پوشاک مہیا کی جائے باپ ہر طرح کی مصیبت جھیل لینا گوارہ کرلیتا ہے مگر اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد پر پریشانی دکھ مصیبت کا سایہ بھی نہ پڑے۔ وہ خود موٹا لباس پہنتا ہے لیکن اپنے بچوں کو عمدہ لباس پہنانے کی کوشش کرتا ہے موٹا جھوٹا خود کھاتا ہے لیکن اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر غذا کھلاتا ہے مگر والدین کی اس ایثار وقربانی کا نتیجہ اکثر وہ نہیں نکلتا جو نکلنا چاہئے ہر والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرا لڑکا نیک صالح مطیع محنتی جفاکش ہو اور بوڑھاپے کی لاٹھی اور سہارا بنے لیکن افسوس بہت کم ایسے خوش نصیب والدین ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہوتی ہے اکثر والدین اپنے نوجوان بچوں سے اپنے بوڑھاپے میں لاپرواہی نافرمانی بدسلوکی ایذا رسانی کا شکار ہوجاتے ہیں بقول شاعر

ماؤں نے جن کو خون پلا کر جواں کیا
بچپن کے لوٹتے ہی وہ بچے بدل گئے

جس ماں نے اپنی اولاد کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھا دکھ پر دکھ جھیلی ان کے آرام وسکون کے لئے اپنا چین وسکون برباد کیا اور جس باپ نے محنت مزدوری کرکے انہیں کھلایا پلایا اور خود بھوکا رہا ان کی اعلی تعلیم کے لئے پردیس کی زندگی گذاری ان کے بوڑھاپے میں مارا پیٹا گھر سے بے گھر کیا گالیاں دیں بلکہ انہیں بھیک مانگ کر

زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیا یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے اکثر ماں باپ اپنی اولاد کی ظلم وستم کے شکار ہیں یہ انتہائی تکلیف دہ صورت حال ہے والدین کی عظیم احسانات ایثار و قربانیوں کے باوجود اولاد کی تربیت کے معاملہ میں غفلت وکوتاہی کے مرتکب ہیں انہوں نے ان کے جسمانی راحت کا بھرپور اہتمام کیا مگر ان کی اخلاقی ودینی تربیت سے بے بہرہ رہے اور اسلامی تربیت کو انہوں نے اپنی طریقہ تربیت میں نظرانداز کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا دین ایمان اخلاق ومذہب بلکہ انسانیت سے بھی آزاد ہوگئی لہذا ضرورت ہے ایسی حالت میں جب کہ ملت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو بگڑا نہ ہو اپنی اولاد (لڑکے لڑکیاں) ان کی بھرپور نگہداشت کی جائے ان کے عادات واطوار اور حالات پر مکمل نظر رکھی جائے اور تربیت کا پیارا انداز اختیار کیا جائے انہیں شرعی آداب کی تعلیم دی جائے شرعی احکام کا پابند بنایا جائے نماز اور دیگر عبادات کی پابندی کا حکم دیں اولاد کے حقوق کے سلسلے میں اس کی صالح اور صحت مند تربیت بھی اہم ہے قرآن وحدیث میں نماز کے لئے کتنی بار تاکید آئی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں:

اے ہمارے رب ہمیں اور ہماری اولاد کو نماز کا پابند بنا انہوں نے حدود حرم میں اپنی اولاد کو بساتے ہوئے یہ دعا کی کہ:

''اے اللہ! ہم یہاں تیرے حکم سے اس بے آب وگیاہ میدان میں اپنی اولاد کو بسا رہے ہیں تاکہ یہ ہماری اولاد اور دوسرے پیدا ہونے والی ذریات نماز کا پابند بنے''

قرآن مجید میں بہت سارے پیغمبروں مثلاً حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حکیم لقمان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی اولاد کو خاص کر نماز کی تاکید کرتے تھے۔ قرآن مجید نے تو یہاں تک کہا کہ نیک لوگوں کی ذریات میں جو بعد میں بگاڑ

پیدا ہوا اس کی اہم وجہوں میں سے ایک اہم اور خاص وجہ یہ بھی تھی کہ ان نیک اور پابند نماز لوگوں کی اولاد نے نماز کو ضائع کردیا: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾۔

اولاد کے دلوں میں احکام الٰہی کی عظمت بٹھائیں اللہ تعالیٰ کے عذاب وعقاب سے ڈرائیں احکام الٰہی سے سرتابی کے نتیجہ میں گذشتہ امتوں پر عذاب اور مصیبتیں نازل ہوئیں ان سے باخبر کریں تاکہ ان کے اندر اللہ کا خوف اور تقویٰ پیدا ہو وہ اللہ کے احکام واوامر کی تعظیم کرنے لگیں اپنی اولاد کو ان لوگوں سے دور رکھیں جو دین سے آزاد ہو چکے ہیں۔ مغربی تہذیب جن پر غالب آچکی ہے وضع قطع بود وباش رہن سہن شکل وصورت، لباس ومعیشت اور زندگی کے جملہ شعبہ جات میں وہ اغیار کے طور وطریق کے دلدادہ ہو چکے ہیں اور دین سے آزاد ہو کر اسلامی اخلاق وآداب ومردانہ صفات سے محروم ہو چکے ہیں سیرت نبوی کی تعلیم دیں اور اسلامی تاریخ پڑھائیں تاکہ وہ اپنے اسلاف کی عظمت کو پہچانیں ان کی دینی خدمات سے روشناس ہوں اور یہ دیکھ لیں کہ دشمنان دین کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ کر ان کے اسلاف نے کس طرح اللہ کی راہ میں صبر وجہاد کا فریضہ انجام دیا حالات نامساعد تھے اسباب ووسائل کی کمی تھی عسرت وتنگی کا وقت تھا مگر پھر بھی دشمنان دین کے مقابلہ میں وہ جمے رہے اور ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنے اندر کسی قسم کی کمزوری اضمحلال نہیں پیدا ہونے دیا یہاں تک کہ انہیں فتح ونصرت حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام اور اہل اسلام کو عزت وسربلندی عطا فرمائی ممکن ہے ان واقعات کو سن کر ہماری اولاد اسے حرز جان بنائے اور اس کے اندر جدوجہد کا جذبہ اور عزم وارادہ کی پختگی پیدا ہو۔

عربوں کا اصول تربیت: -امام غزالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:[۱]

''یاد رکھنا چاہئے بچوں کی تربیت سب سے اہم اور کٹھن معاملہ ہے بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانت ہے اگر اس کی صحیح تعلیم وتربیت ہو تو اس کی نشو ونما بھی درست ہوگی اور اگر غلط تربیت وتعلیم ہوئی تو وہ ناکارہ ہوجائے گا بدبخت ثابت ہوگا اور ہلاک ہوجائے گا اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہو تو ضروری ہے کہ اسے سزا پوشیدہ طور پر دی جائے اور اس سے کہا جائے خبردار! اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا ہر وقت بچہ کو ڈانٹنا وڈپٹنا بھی نہیں چاہئے پھر وہ ملامت کا خوگر ہوجاتا ہے اور بڑی حرکتوں کے ارتکاب پر جری ہوجاتا ہے اور بات کا ذرا بھی اثر نہیں لیتا باپ کو چاہئے کہ وہ بچہ کی نگہداشت سے کسی وقت غافل نہ ہو اس پر اپنا رعب رکھے ڈانٹ ڈپٹ کرے لیکن (یہ بھی ضروری ہے کہ) اسے ورزش اور کھیلنے کا عادی بنائے تاکہ وہ چست رہے اور اس پر کسل وماندگی غالب نہ آنے پائے یہ بھی ضروری ہے کہ جب وہ تعلیم گاہ سے واپس آئے تو اسے کھیلنے کا موقع دے تاکہ وہ راحت پائے اور مکتب کی ذہنی تھکن دور ہوجائے لیکن کھیل ایسا نہ ہو جو بہت زیادہ تھکا دے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے والدین کی اطاعت معلم اور مربی کی اطاعت کا عادی بنایا جائے اور ہر اس شخص کا احترام کرنا سکھایا جائے جو اس سے عمر میں بڑا ہو یا اجنبی ہو''۔

یہ وہ بہترین اصول ہیں جنکی پیروی آج یورپ اور امریکہ کررہے ہیں اور نئے زمانہ کے علمائے تربیت وعلم النفس انہیں اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔

علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں:[۲]

''جو شخص بچوں یا غلاموں یا خادموں سے قہر کا برتاؤ کرتا ہے وہ ان کے دل کی خوشی چھین لیتا ہے انہیں نکما بنا دیتا ہے انہیں دروغ گو اور بدباطن کر دیتا ہے وہ ایسی باتیں ظاہر کرنے لگتے ہیں جو ان کے ضمیر کے خلاف ہوتی ہیں ایسا نہ کریں تو قہر کے شکار بنیں وہ مکر اور دھوکے کے عادی ہوجاتے ہیں کہ بغیر اس

---

[۱] احیاء العلوم: ۱۵۲/۳

[۲] مقدمہ ابن خلدون ص: ۶۱۹

کے کام نہیں چل سکتا پھر یہی اطوار ان کی عادت اور خلق بن جاتے ہیں پس معلم کو چاہئے کہ وہ اپنے شاگرد پر باپ اپنے بیٹے پر ظلم وستم کا مظاہرہ نہ کریں اور ان کی تربیت جور وستم کے بل پر نہ کریں"۔

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے امین کے استاد سے اسے اس کی تربیت میں دیتے ہوئے کہا تھا:[ا]

"اے احمر! خلیفۂ وقت نے اپنی سب سے قیمتی پونجی اور اپنے دل کے چین وآرام کو تجھے سونپا ہے لہذا اپنی شفقت کا ہاتھ اس پر دراز رکھا اسے قرآن پڑھا تاریخ کے واقعات سنا اشعار یاد کرا سنت نبویؐ سے آشنا کر اس میں بصیرت پیدا کر تا کہ وہ اچھے کام کو پرکھ سکے اسے ہنسنے سے سوائے خاص اوقات کے منع کرا سے تعلیم دے کہ جب بنو ہاشم اس کے پاس آئیں تو ان کا احترام کرے اس کے ساتھ کوئی بھی ایسی ساعت نہ گزار جو اس کے لئے سود مند نہ ہو لیکن اسے رنجیدہ نہ کر کہ اس کا ذہن مر جائے اسکی غلطیوں کو نظر انداز نہ کر ورنہ وہ ان کا عادی ہو جائے گا نرمی اور شفقت سے اسے راہ راست پر لا اگر وہ تیرا کہنا نہ مانے تو سختی کر"

طوالت کے اندیشہ سے ہم صرف انہیں مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ ادب عربی اس قسم کے واقعات وامثلہ سے بھرا پڑا ہے تفصیل کے لئے اغانی، امالی، کامل، عقد الفرید، زہر الآداب، صبح الاعشی، البیان والتبیین، مقدمہ ابن خلدون اور امام غزالی کی احیاء العلوم کا مطالعہ کریں۔

ہم آگے کی سطور میں اسلامی تربیت کے چند اہم امور پر گفتگو کرتے ہیں جن کی طرف اکثر والدین مربی نگراں، سرپرست غفلت لاپرواہی کے شکار ہیں اگر ہمارے سرپرست مربی ان اہم امور کی طرف پورا دھیان دیں تو انشاء اللہ اس کے مفید نتائج

[ا] مقدمہ ابن خلدون بحوالۂ فلسفۂ تعلیم وتربیت از پروفیسر عطیہ الابراشی مترجم رئیس احمد جعفری ندوی ص:۱۴۱

برآمد ہوں گے۔ خود سختی سے عمل کریں اور اپنی اولاد کو بھی سختی سے عمل کرائیں۔

ہم اپنی اولاد کی اخلاقی ودینی تربیت کیسے کریں؟

۱- اولاد کا پہلا حق یہ ہے کہ والدہ کا اچھا انتخاب کیا جائے بچے کا نام اچھا رکھے ساتویں دن عقیقہ کرے اور ختنہ کرے اپنی اولاد کے ساتھ نرمی وشفقت سے پیش آئے۔

۲- دوسرا حق یہ ہے کہ اچھی تربیت اور تادیب وتعلیم کا انتظام کرے اسلامی احکام فرائض کی ادائیگی وسنن وآداب کے ملحوظ رکھنے کی مشق کرائے اور جب بالغ ہو جائے تو نکاح کردے۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ نکاح کے لئے دیندار صالح شریف خاندانوں کا انتخاب کرو اس لئے کہ نسلوں کی خفیہ تاثیر ہوتی ہے۔

ایک اعرابی اپنی اولاد پر احسان جتاتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے تمہاری ماں کا بہتر انتخاب کیا تھا۔

و اول احسانی الیکم تخیری   لماجدة الاعراق باد عفافها

میرا تم پر اولین احسان یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے اچھی نسل کا عفیفہ پاک دامن عورت کا انتخاب کیا ہے۔

۳- تیسرا حق یہ ہے کہ استقرار حمل کے وقت ہی سے اس کے تحفظ کا اہتمام کیا جائے جب کہ مذہب اسلام میں بغیر طبی ضرورت کے حمل گرانا سخت گناہ ہے پیدائش کے بعد اولاد کی پرورش وپرداخت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے ان کی پرورش ونشونما کے لئے وہ کام ذرائع اختیار کئے جائیں جو والدین کی استطاعت میں ہیں عربوں میں قتل اولاد کا سبب ان کا فقر وفاقہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ اگر اولاد زندہ رہے

گی تو وہ ان کے لئے وبال ثابت ہوگی اس سے بچنے کے لئے سرے سے اس کا قصہ ہی ختم کردیتے تھے قرآن مجید نے ان کو بتایا کہ ہر جاندار کو رزق دینے والا اللہ ہے اس لئے فقر و فاقہ کے خوف سے کسی کو قتل نہ کرنا چاہئے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاکُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا﴾[۱]

اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے نہ قتل کرو ہم ہی ہیں جو ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں اور ان کا مار ڈالنا بلاشبہ بڑا گناہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سئل رسول الله ﷺ ای الذنب اعظم ؟ فقال ان تجعل الله ندا و هو خلقك قيل : ثم ای ؟ قال ان تقتل ولدك مخافة ان يطعم معك"[۲]

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا گناہ عظیم ترین ہے آپ نے فرمایا تمہارا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حالانکہ وہ تنہا تمہارا خالق ہے آپ سے کہا گیا کہ پھر کون؟ فرمایا تمہارا اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالنا کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔

قتل اولاد اتنا بڑا گناہ ہے کہ اسکی ممانعت شرک کی ممانعت کے ساتھ کی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَ اِیَّاهُمْ﴾[۳]

---

[۱] الاسراء:۳۱

[۲] بخاری ۱۹۵/۳۔۴۸۹/۴۔۴۹۹۔مسلم ۶۳/۱،ابوداؤد(۳۳۱۰)نسائی ۱۶۵/۲،ترمذی ۲۰۵/۲ اور احمد ۳۸۰/۱،۴۳۱،۴۳۴،۴۶۴) نے اس حدیث کو عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

[۳] الانعام:۱۵۱

کہہ دو اے پیغمبر آؤ میں پڑھ کر بتادوں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے یہ کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور غریبی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیتے ہیں۔

قتل اولاد کا دوسرا سبب جاہلانہ شرم و عار تھی لڑکی والدین کے لئے باعث ذلت سمجھی جاتی تھی ان کو لڑکی کی پیدائش کا بڑا غم ہوتا تھا اور وہ مارے شرم کے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتے تھے اور اس کو زندہ دفن کر کے اس عار کو مٹاتے تھے قرآن مجید کی ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ کَظِیْمٌ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ﴾[۱]

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو ان کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا وہ ذلت اٹھا کر وہ اپنے پاس رہنے دے یا مٹی میں دفن کردے۔

اس کے بڑے دردناک واقعات حدیثوں میں ہیں سنن دارمی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ ایام جاہلیت میں بتوں کو پوجتے تھے اولاد کو مار ڈالتے تھے میرے ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو وہ دوڑ کر میرے پاس چلی آتی ایک دن میں نے اس کو بلایا وہ خوش خوش چلی آئی اور میرے پیچھے ہولی میں ایک کنوئیں کے پاس پہونچا جو میرے گھر کے قریب ہی تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا وہ ابا ابا کہہ کر

---

[۱] النحل:۵۸۔۵۹

پکارنے لگی یہ اس کی زندگی کی آخری آواز تھی یہ دردناک واقعہ سن کر محمد عربی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کی ملامت کی کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو غمگین کر دیا آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا علاج پوچھنے آیا ہے آپ نے اس سے دوبارہ اس واقعہ کو سنا اور اس قدر روئے کہ آنسو بہہ کر ریش مبارک تک آ گئے پھر فرمایا:

''جاؤ جاہلیت کے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے اب نئے سرے سے عمل شروع کرو''۔[1]

قبیلہ تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اقرار کیا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں آپ نے فرمایا کہ ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو۔ قیس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس اونٹ ہیں فرمایا ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ ذبح کرو۔[2]

اسلام سے پہلے بعض نیک نفس لوگ ایسے موجود تھے جو لڑکیوں کی جان بچانے کے لئے والدین کو قیمت دے کر ان کو خرید لیتے تھے اور خود ان کی پرورش کرتے تھے چنانچہ مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ نے اس میں بڑا نام پیدا کیا تھا انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور اس کے شرف سے مشرف ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے تین سو ساٹھ لڑکیوں کو خرید کر موت سے بچایا ہے کیا مجھ کو اجر ملے گا فرمایا ہاں ملے گا اللہ نے تم کو مسلمان بنا کر تم پر احسان کیا ہے۔[3]

---

۱ سنن دارمی باب ما کان الناس قبل بعثۃ النبی ﷺ من الجہل والضلالۃ
۲ ابن جریر و ابن کثیر تفسیر سورۃ تکویر
۳ درِّ منثور تفسیر سورۃ تکویر

اسی طرح ایک اور شخص عمرو بن نفیل جو بعثت نبوی کے پہلے دین ابراہیمی کے پیرو تھے اس قسم کی لڑکیوں کو لے کر ان کی پرورش کرتے تھے جب وہ بالغ ہو جاتیں تو ان کے والدین سے کہتے کہ اگر چاہو تو ان کو واپس کر دوں ورنہ میرے پاس رہنے دو۔[1]

۴- چوتھا حق یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دی جائے تا کہ سب سے پہلی آواز جو اس کے کان میں پڑے توحید کی آواز ہو۔

۵- پانچواں حق یہ ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کریں کیونکہ بچہ اپنے عقیقہ سے معلق رہتا ہے چنانچہ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے لڑکا ہو تو دو بکرا اور اگر لڑکی ہو تو ایک بکرا اور اسی دن اچھے نام رکھو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ اور اسی دن بچہ کا سر منڈوایا جائے۔

۶- چھٹا حق یہ ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کر دے تو اسے کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھایا جائے جب بڑا ہو جائے تو اس کا معنی اور مفہوم سمجھایا جائے۔

۷- ساتواں حق یہ ہے کہ بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس پر ایمان لانے کا شوق اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں اس لئے کہ اللہ ہی ہمارا خالق رازق اور ہمیں ہر چیز عطا کرنے والا ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

۸- آٹھواں حق یہ ہے کہ بچوں کو جنت کی رغبت دلائیں کہ جنت اسے ملے گی جو نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو والدین کا کہا مانتا ہو اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے نیک اعمال بجا لاتا ہے انہیں جہنم سے اس طرح ڈرایا جائے کہ ہر وہ شخص جہنم کی آگ میں جلے گا جو نماز نہیں پڑھتا والدین کی نافرمانی کرتا اللہ کو ناراض کرنے والے

---

۱ صحیح بخاری باب حدیث عمرو بن نفیل

برے کام کرتا اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں کو چھوڑ کر دوسرے فیصلوں پر راضی ہوتا دھوکے بازی سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتا جھوٹ بولتا ہے وغیرہ۔

۹- نوواں حق یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کرتے ہوئے انہیں یہ بھی سکھائیں کہ وہ جب بھی سوال کریں اللہ سے کریں اور جب بھی مدد مانگیں اللہ ہی سے مدد مانگیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ کے بیٹے عبداللہؓ سے فرمایا تھا بیٹا

''اذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله ''[1]

جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مانگ۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں حتی کہ اپنے چچا اپنی پھوپھی اور اپنی صاحبزادی کو تنبیہ کردی تھی کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔

'' یا بنی عبد المطلب لا اغنی عنکم من الله شیئا یا عباس بن عبد المطلب ! لا اغنی عنك من الله شیئا یا صفیة عمة رسول الله لا اغنی عنك من الله شیئا یا فاطمة بنت رسو ل الله ! سلینی ما شئت لا اغنی عنك من الله شیئا''[2]

اے اولاد عبدالمطلب ! میں اللہ کے ہاں تماری طرف سے کچھ بھی کفالت نہیں کرسکوں گا اے عباس بن عبدالمطلب ! میں اللہ کے ہاں آپ کے کچھ کام نہیں آسکوں گا اور اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی ! میں اللہ کے ہاں تیرے تیرے کچھ کام نہیں آسکوں گا اور اے فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ! تو جو چاہے مجھ سے مانگ لے لیکن قیامت کے دن میں اللہ کی طرف سے تیرے لئے کچھ نہیں کرسکوں گا۔

۱۰- دسواں حق یہ ہے کہ بچے اور بچیوں کو چھوٹی عمر میں نماز کی تعلیم دیں

[1] صحیح الجامع ۲/۱۳۱۷ بحوالۂ ترمذی رقم الحدیث: ۷۹۵۷
[2] صحیح مسلم الایمان باب فی قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین رقم الحدیث: ۲۰۶

تاکہ بڑے ہو کر بھی نماز کے پابند رہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مروا اولادکم بالصلوة وهم ابنا سبع سنین و اضربوهم علیها وهم اثنا عشر سنین وفرقوا بینهم فی المضاجع''[1]

اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں یعنی نماز کا شوق دلائیں اور جب دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو مارو اور مار ہلکی ہو زخم پیدا کرنے والی اور ہڈی توڑنے والی نہ ماری جائے اور اس عمر کے بعد الگ الگ بستروں پر سلادو۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَلاَ تَاْخُذُكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾[2]

یعنی دین کے معاملہ میں سزا دینے سے کوئی شفقت تمہارا ہاتھ نہ پکڑے۔

ممکن ہو تو ہر بچہ کے لئے علیحدہ علیحدہ بستر تیار کریں اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم ان کے لحاف ہی علیحدہ تیار کرادیں یہ ان کے اخلاق اور حفظان صحت کی خاطر اچھا ہے بچوں کے سامنے وضوء کرنا نماز باجماعت ادا کرنا انہیں اپنے ساتھ مسجد میں لے جانا اور نماز کی عملی مشق کرانا اور نماز کے موضوع پر لکھی ہوئی مستند کتابوں کی ترغیب دینا یہ سب چیزیں ان کی تعلیم میں ہی شامل ہے۔

شریعت نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے جماعت کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز کو تنہا پڑھی جانے والی نماز پر ستائیس گنا فضیلت عطا کی گئی ہے جماعت سے پیچھے رہنے پر سخت وعید سنائی گئی ہے اور اسے منافقین کی صفت قرار دیا گیا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

[1] أبوداؤد کتاب الصلوۃ متی یومر الغلام بالصلاۃ ۱/۱۳۳ رقم الحدیث: ۴۹۴-۴۹۵ ومسند أحمد ۲/۱۸۷، والدارقطنی: ۸۵
[2] النور: ۲

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوْتاً﴾ (النسآء:۱۰۳)
یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔

اس آیت کریمہ میں نماز کو مقررہ وقت میں پڑھنے کی تاکید ہے نیز اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ بغیر شرعی عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں ہے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''الصلاۃ لوقتھا'' نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

نماز میں کاہلی اور سستی کرنے والوں کی سخت مذمت کی گئی ہے اور انہیں دردناک سزا کی دھمکی دی گئی ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ﴾ (الماعون:۴۔۵)
ان نمازیوں کے لئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

ان آیتوں کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز یا پڑھتے ہی نہیں یا نماز کو اس کے اپنے مسنون وقت میں نہیں پڑھتے جب جی چاہتا ہے پڑھ لیتے ہیں تاخیر سے پڑھنے کو معمول بنا لیتے ہیں یا خشوع وخضوع کے ساتھ نہیں پڑھتے یہ سارے ہی مفہوم اس میں آجاتے ہیں اس لئے ان ساری ہی کوتاہیوں سے بچنا ضروری ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ وَاِذَا قَامُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلاً﴾ (النسآء:۱۴۲)
بیشک منافق اللہ سے چالبازیاں کررہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں اور ذکر اللہ تو یونہی سی برائے نام کرتے ہیں۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''میں تو ارادہ کررہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز پڑھانے کا حکم دوں اور کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان لوگوں کے گھر جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے'' فاحرق علیھم بیوتھم بالنار'' (صحیح مسلم) اور ان کے گھروں کو جلادوں''۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعا میں ان کے گھروں کو جلادیتا۔

۱۱- گیارہواں حق یہ ہے کہ بچوں کو سب سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم دیں سورہ فاتحہ اور دوسری چھوٹی سورتوں سے ابتدا کروائی جائے مسنون دعائیں حفظ کرائی جائیں اور مکمل نماز سکھائی جائیں تاکہ وہ محمد عربی ﷺ کے طریقہ کے مطابق ''صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ أُصَلِّیْ'' (بخاری) مکمل نماز ادا کرسکیں اور ہم پر فرض ہے کہ بچوں کو تیراندازی ورزش اور تیراکی کی تعلیم دیں۔

حضرت خالدؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ:

''امرنا ان نعلم صبیاننا الرمیٰ والقرآن''[1]
ہم بچوں کو تیراندازی سکھائیں اور قرآن مجید کی تعلیم دیں۔

نیز فرمایا:

''الا ان القوۃ الرمی ألا ان القوۃ الرمی ألا ان القوۃ الرمی''[2]
سن لو بیشک قوت تیراندازی ہے بیشک قوت تیراندازی ہے بیشک قوت تیراندازی ہے۔

نیز فرمایا:

''وکان النبی ﷺ یمر علی اصحابہ فی حلقات الرمی

[1] تاریخ خطیب بغدادی ۹/۳۸
[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الرمی (۹۱۷) مسند احمد ۴/۱۵۷ (۱۷۴۳۷)

فیشجعهم و یقول ارموا وانا معکم ''[1]

نبی کریم ﷺ تیراندازی میں مشغول صحابہ کرام کے پاس سے گذرتے تو ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور کہتے تیر چلاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

نیز فرمایا:

''وقال کل شی لیس من ذکر الله فهو لهو أو سهو الا اربع خصال مشی الرجل بین الفرضین (للرمی) و تادیبه فرسه و ملاعتبه أهله و تعلیمه السّباحة''[2]

فرمایا جو چیز بھی اللہ کے ذکر سے خالی ہو وہ یا تو لہولعب ہے یا سہو یا نسیان مگر چار چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں ا۔ آدمی کا دو نشانوں کے درمیان تیراندازی کے لئے چلنا ۲۔ اپنے گھوڑے کو ادب سکھلانا ۳۔ اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا ۴۔ تیراکی کی تعلیم دینا۔

آج کتنے مسلم نوجوان ایسے ہیں جو دین سے جا دور پڑے ہیں اسلامی تعلیمات سے کنارہ کش ہو چکے ہیں قرآن مجید کی تلاوت کے بجائے وہ ایسے فحش اور گندے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں جس میں خیر نام کی کوئی چیز ہوتی نہیں نماز سے غفلت برتی جارہی ہے جب کہ نماز دین کا ستون ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جسے اس بات سے خوشی ہو کہ وہ کل اللہ سے بحالت ایمان ملاقات کرے تو وہ پنج وقتہ نماز کی پابندی کرے یہ رسول کی سنت ہے اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو تم نبی کریم ﷺ کی سنت کے تارک ہو گئے اگر تم نے نبی کی سنت کو چھوڑا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وہی منافق نماز باجماعت سے پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق واضح تھا جماعت کی یہ اہمیت تھی کہ بیمار شخص دور رسالت میں دو شخصوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتا تھا اور جماعت میں شامل ہو جاتا تھا۔

---

[1] بخاری ۲/۲۲۴، احمد ۴/۵۰

[2] الطبرانی باسناد جید

نیز فرمایا:

''خیر کم من تعلّم القرآن و علّمه ''[1]

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

قرآن اللہ کا کلام ہے اور اسکا نازل کردہ مقدس صحیفہ ہے احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے قرآن مجید میں انسانی زندگی کے لئے ایسے اصول وضوابط کا بیان ہے جن میں انسانوں کی سعادت و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے اس لحاظ سے وہ تمام علوم میں سب سے افضل اور اشرف علم ہے:

(۱) قرآن مجید کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی جیسے الٓمّٓ کسی نے پڑھا تو یہ تین حرف ہیں صرف اس کے پڑھنے سے ہی انسان تیس نیکیوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔[2]

(۲) قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔[3]

(۳) قرآن پر عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سربلند فرماتا اور اس سے اعراض کرنے والوں کو پستی میں مبتلا کر دیتا ہے۔[4]

بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

(۴) قرآن کو ماہرانہ انداز اور روانی سے پڑھنے والا بلند مرتبہ فرشتوں کے

---

[1] صحیح بخاری فضائل القرآن باب خیر کم من تعلّم القرآن رقم الحدیث: ۵۰۲۷

[2] سنن ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ۱۶ رقم الحدیث: ۲۹۱۰

[3] صحیح مسلم صلاۃ المسافرین باب ۴۲ رقم الحدیث: ۸۰۴

[4] صحیح مسلم صلاۃ المسافرین باب ۴۷ رقم الحدیث: ۸۱۷

ساتھ ہوگا اور اٹک اٹک پڑھنے والا دگنے اجر کا مستحق ہے[۱]

(۵) جن لوگوں پر رشک کرنا جائز ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جس کو اللہ نے قرآن کی دولت سے نوازا اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قیام (اللہ کی عبادت) کرتا ہے۔[۲]

(۶) جنت میں قرآن پڑھنے والے کو کہا جائے گا پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور اس طرح ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں پڑھتا تھا تیرا مقام وہ ہوگا جہاں تو آخری آیت پڑھتا ہوا پہونچے گا۔[۳]

۱۲- بارہواں حق یہ ہے کہ بچوں کو سب سے پہلے اردو زبان میں دینی کتابیں پڑھائی جائیں اور انہیں آسان زبان میں ان کی ذہنی سطح کا خیال رکھتے ہوئے انبیاء کرام صحابہ کرام اور داعیان حق کے واقعات سنائے جائیں اور ان کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ اور ان کی اچھی تربیت کی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اکرموا اولادکم واحسنوا ادبهم ''[۴]

اپنی اولاد کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہے بچے جنت کے پھول ہیں صالح اولاد صدقہ جاریہ ہیں صالح اولاد جو بھی نیک عمل کرتی ہے جیسے تصنیف و تالیف دعوت وتبلیغ درس وتدریس اور صدقہ وخیرات حج وعمرہ اور صوم وغیرہ اس کا اجر والدین کو پہونچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

۱. صحیح مسلم صلاۃ المسافرین باب ۳۸ رقم الحدیث: ۷۹۸
۲. صحیح بخاری فضائل القرآن باب ۲۰، صحیح مسلم باب: ۴۷ رقم الحدیث: ۸۱۵
۳. ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۱۴
۴. ابن ماجہ کتاب الادب باب برّ الوالدین والاحسان الی البنات ۲/۱۲۱۱ رقم الحدیث: ۳۶۷۱

''الا من صدقة جارية اوعلم ينتفع به أو ولدصالح يدعو له ''[۱]

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے تین عمل ایسے ہیں جن کا ثواب جاری رہتا ہے ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے ۳۔ صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یعنی مرنے کے بعد یہ تینوں اعمال صالحہ منقطع نہیں ہوتے ہیں ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ علم دین کا سیکھنا ۳۔ اولاد کو نیک بنانا۔

۱۳- تیرہواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو صبح وشام اس حال میں گذارنے کی عادت ڈالیں کہ ان کے دل میں کسی کے لئے دھوکہ یا کینہ نہ ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے میرے بیٹے! اگر تم اس حالت میں صبح وشام کرسکو کہ تمہارے دل میں کسی کے لئے دھوکہ نہ ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''[۲]

ہمارے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو صبح کرتے وقت اور شام کرتے وقت کس بات کی تربیت کرتے ہیں؟

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی تربیت اللہ تعالی کے قول جیسا کہ سورہ روم میں اس کا فرمان ہے:

﴿فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ عَشِيًّا وَ حِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ﴾[۳]

اللہ تعالی کی تسبیح پڑھا کرو جب تم شام کرو اور جب صبح کرو تمام تعریفوں

---

۱. صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته رقم الحدیث: ۱۶۳۱
۲. ترمذی کتاب العلم (۲۶۰۲) بحوالہ تحفۃ الاحوذی: ۷/۳۷۱
۳. الروم: ۱۸

کے لائق آسمان وزمین میں صرف وہی ہے تیسرے پہر اور ظہر کے وقت بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک آدمی نمودار ہوگا اتنے میں انصار میں سے ایک آدمی نمودار ہوا جس کی داڑھی سے تھوڑا تھوڑا وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اور بائیں ہاتھ میں چپل لئے ہوئے تھا جب رسول اللہ ﷺ اپنی مجلس سے اٹھے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص اس آدمی کے پیچھے ہولئے اور اس سے انہوں نے اس کے گھر میں تین رات گذارنے کی اجازت مانگی تو اس نے اجازت دے دی حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ انہوں نے اس کے پاس تین راتیں گذاریں لیکن انہوں نے اس کو رات میں قیام کرتے ہوئے نہیں دیکھا الا یہ کہ جب آنکھ کھلتی اور کروٹ بدلتا تو اللہ کا ذکر کرتا اور اللہ اکبر کہتا یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے اٹھتا عبداللہ کہتے ہیں کہ رات میں قیام تو نہیں کیا مگر میں نے اس سے کلمات خیر سنا جب تینوں راتیں گذر گئیں اور قریب تھا کہ میں اس کے عمل کو حقیر جانوں تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ اب تمہارے سامنے ایک جنتی آدمی آنے والا ہے آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی بات کہی اور تینوں مرتبہ تمہارے سامنے آئے لہذا میں نے چاہا کہ تمہارے پاس ٹھکانہ لوں اور دیکھوں کہ تمہارا عمل کیا ہے تاکہ میں اقتدا کروں لیکن میں نے تم کو کوئی بہت عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو تم بتاؤ کہ وہ کون سی چیز ہے؟ جس نے تم کو اس مقام تک پہونچایا جس کی آپ ﷺ نے نشاندہی فرمائی تو اس نے کہا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہی میرا عمل ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں مگر یہ کہ

میرے نفس میں کسی مسلمان کے لئے دھوکہ نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی آدمی سے حسد و جلن رکھتا ہوں جس کو اللہ نے خیر عطا کیا ہے تو عبداللہ نے کہا بس یہی وہ چیز ہے جس نے تم کو اس مقام تک پہونچایا اور یہی وہ چیز ہے جس کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔

اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا اور ذہبی نے ان کی موافقت کی اور شیخ احمد شاکر نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے حدیث نمبر: (۲۶۳۳)

۱۴- چودہواں حق یہ ہے کہ بچہ کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ اپنی مجلس میں نہ تھوکے نہ ہی رینٹھ لگا کر بیٹھے اور نہ ہی غیر کی موجودگی میں جماہی لے نہ ہی دوسرے کی طرف پشت کرے نہ ہی ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھے نہ ہتھیلی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھے اور نہ اپنے سر کو بازو پر ٹیکے اس لئے کہ یہ سستی کی دلیل ہے اور اسے مجلس میں بیٹھنے کی کیفیت بتائی جائے کثرت کلام سے منع کیا جائے اور واضح کیا جائے کہ یہ چیز وقاحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کمینوں کا فعل ہے اور اسکو قسم کھانے سے روک دیا جائے خواہ وہ اس میں سچا ہو یا جھوٹا تاکہ وہ بچپن ہی سے اس قسم کا عادی نہ بن جائے۔

اس بات کی بھی تاکید کریں کہ جو عمر میں بڑا ہو اس کا احترام کیا جائے اور اس کی بات پوری توجہ سے سنتا رہے اور اپنے سے بڑے کو خود اٹھ کر بیٹھنے کی جگہ دے ان کے لئے مجلس میں وسعت پیدا کرے اور ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے روک دیا جائے جنکی زبان پر لغو فحش باتیں ہوں کیونکہ وہ اگر ایسوں کی مجالست اختیار کرے گا تو یقینی طور پر ان برے ساتھیوں کی جانب سے یہ چیزیں اس کے اندر سرایت کر جائیں گی اور بچوں کو برے ہم نشینوں سے بچانا ہی ان کی اصل تربیت ہے۔

۱۵- پندرہواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اور اپنے کو دنیا کی محبت سے بچاؤ

نبی کریم ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو بحرین کا جزیہ لانے کے لئے بھیجا آنحضرت ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمی کو امیر مقرر کیا تھا جب ابوعبیدہؓ بحرین سے جزیہ کا مال لے کر آئے انصار نے جب ان کے متعلق سنا تو صبح کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھی اور جب نبی ﷺ جانے لگے تو وہ آپ کے سامنے آ گئے آنحضرت ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ ابوعبیدہؓ کے آنے کے متعلق تم نے سن لیا ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے کر آئے ہیں انصار نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا پھر تمہیں خوشخبری ہو تم اس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی۔ اللہ کی قسم فقر و محتاجی وہ چیز نہیں ہے جس سے تمہارے متعلق ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح ان لوگوں پر کی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے اور تمہیں بھی اسی طرح غافل کر دے گی جس سے ان کو غافل کیا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق)

ہو بہو یہی ہوا بعد کے زمانوں میں مسلمان محبت دنیاوی میں پھنس کر اسلام اور فکر آخرت سے غافل ہو گئے جس کے نتیجہ میں بے دینی پیدا ہو گئی اور وہ آپس میں لڑنے لگے جس کا نتیجہ یہ انحطاط ہے جس نے آج دنیائے اسلام کو گھیر رکھا ہے۔

۱۶- سولھواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو گناہوں سے ڈرایا جائے اور بچوں کو جھوٹ گالی گلوچ لعن طعن اور بے ہودہ باتوں سے روکا جائے اور پیار سے یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی جائے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے دنیا میں ذلت رسوائی خسارہ اور آخرت میں جہنم کا سبب بنتا ہے ہم سب پر فرض ہے کہ اپنی زبانوں کی حفاظت کریں تا کہ اولاد کے لئے ہم اچھا نمونہ بن سکیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلا من فتن ما جاء به''[۱]

یعنی جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی وجہ سے فرشتے میل دور بھاگتے جاتے ہیں۔

اعضاء و جوارح میں سب سے خطرناک اور دین کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ زبان ہے زبان ایک ایسا عضو ہے جو خیر و ہدایت اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے کلمات ادا کر کے آدمی کو محبت و مودت اور بخشش و مغفرت کا مستحق بنا دیتی ہے لیکن ضلالت و گمراہی کے الفاظ نکال کر شر و شقاوت اور غضب الٰہی میں مبتلا کر دیتی ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان الرجل ليتكلم بالكلمة من رضوان الله ما يظن ان تبلغ ما بلغت يكتب الله له بها رضوانه وان الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يظن ان تبلغ ما بلغت يهوى بها فى النار أبعد مما بين المشرق والمغرب''[۲]

آدمی اللہ کی رضا و خوشنودی کا کوئی ایسا کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے جس کی اہمیت سمجھ نہیں پاتا اور اللہ تعالی اس کلمہ کی بدولت اس کے حق میں اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے اور ایک آدمی اللہ کے غضب کا کوئی جملہ کہہ جاتا ہے جس کی حقیقت پر غور نہیں کرتا اور اس کے نتیجہ میں جہنم میں اتنی دور جا گرتا ہے جو آسمان اور زمین کے فاصلے سے بھی زیادہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''اضمنوا لى ستا من انفسكم اضمن لكم الجنة اصدقوا اذا حدثتم وادوا اذا أوتمنتم وأوفوا اذا وعدتم و احفظوا فروجكم و غضوا أبصاركم و كفوا ايديكم''[۳]

تم اپنے نفسوں پر چھ باتوں کا ذمہ لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کا ذمہ

---

[۱] جامع ترمذی أبواب البر باب ماجاء فی الصدق والکذب (۱۹۷۲)
[۲] صحیح بخاری کتاب الرقاق: ۶۴۷۸
[۳] مسند احمد: ۳۲۳/۵ رقم الحدیث: ۲۲۸۲۱

لیتا ہوں وہ باتیں یہ ہیں کہ جب بات کروتو سچ بولو امین بنائے جاؤ تو امانت کا حق ادا کرو وعدہ کروتو وعدہ پورا کرو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرونگاہیں نیچی رکھو اور ہاتھوں کو ظلم وزیادتی سے روکے رکھو۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"یطبع المومن علی الخلال کلھا الا الخیانة والکذب"[۱]

مومن کے اندر ہر عادت پیدا ہوسکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

نیز امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا کے اندر مرسلا روایت کیا ہے:

"قیل لرسول الله ﷺ أیکون المومن جبانا فقال نعم فقیل له أیکون المومن بخیلا؟ فقال نعم فقیل له أیکون المومن کذابا؟ فقال لا"[۲]

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پوچھا گیا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں پھر پوچھا گیا کہ مومن جھوٹا ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے مؤطا امام مالکؒ میں یہ روایت بھی ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبا لگ جاتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ بولتے بولتے اس کا دل کالا ہوجاتا ہے پس اللہ کے پاس جھوٹ لوگوں کی فہرست میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

جھوٹ اور نفاق معاشرے میں زہر کے بیج بودیتے ہیں خلوص و ایثار کو ختم کردیتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد أخلف و اذا أوتمن خان"[۳]

---

[۱] مسند احمد: ۲۵۲/۵ رقم الحدیث: ۲۲۲۳۲

[۲] مؤطا امام مالک کتاب الکلام باب ماجاء فی الصدق والکذب: ۱۹

[۳] صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامة المنافق: ۳۳ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصائل المنافق (۵۹)

منافق کی تین نشانیاں ہیں ۱۔ بات کرے تو جھوٹ بولے ۲۔ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے ۳۔ جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔

حدیث میں ہے:

"من استعملناه علی عمل فرزقناه رزقا فماأخذه بعد ذلك فهو غلول"[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم جس کو کسی کام پر متعین کرتے ہیں اس کے معاش کا بھی انتظام کردیتے ہیں پھر اگر وہ اس کے بعد کچھ لیتا ہے تو یہ خیانت ہے۔

ایک روایت میں ہے:

"وبعث الرسول ﷺ والیاً یجمع صدقات الآزد ...... قبیلة فلما جاء الی الرسول أمسك بعض مامعه وقال : هذا لكم وهذا لی هدیة فغضب النبی وقال ما لی استعمل الرجل منكم فیقول هذا لكم و هذا لی هدیة ؟ الا جلس فی بیت امه و ابیه لیهدی له والذی نفسی بیده لا یاخذ احد منكم شیئا بغیر حق الا أتی الله یحمله یعنی ......یوم القیامة فلا یاتین احدكم یوم القیامة بعیر له رغاء أو بقرة لها خوار أو شاة یتعر ثم رفع یدیه حتی رئی بیاض ابطیه ثم قال اللهم هل بلغت"[۲]

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ لازد کے صدقات (زکوة) وصول کرنے کے لئے ایک آدمی کو والی بنا کر بھیجا جب وہ آپ کے پاس واپس آیا تو اس نے اپنی لائی ہوئی چیزوں میں سے کچھ رکھ لیا اور کہا کہ سب آپ کا ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے اس پر نبی ﷺ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا:

تم اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھے رہے پھر تم اگر سچے ہوتے تو تمہارا ہدیہ تمہارے پاس پہونچ جاتا؟ پھر فرمایا کیا بات ہے کہ میں تم میں سے کسی کو عامل مقرر کرتا ہوں پھر وہ کہتا ہے کہ یہ آپ کا ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے اپنی ماں کے گھر میں وہ بیٹھا کیوں نہیں رہ جاتا تاکہ لوگ اسے ہدیہ دیں قسم

---

[۱] ابوداؤد (۲۹۴۳) حاکم: ۴۰۶/۱

[۲] بخاری ومسلم بحوالہ ارواء الغلیل: ۸۶۲

ہےاس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہےتم میں سے جوشخص بھی کوئی چیز ناحق لے گا وہ اسے قیامت کے دن اٹھائے ہوئے ہوگالہذاتم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اونٹ لیکر نہ آئے جو بلبلا تا رہا ہوگا ئے لے کر نہ آئے جو چیخ رہی ہو یا بکری لے کر حاضر نہ ہو جو ممیا رہی ہو پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے تا آنکہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی پھر فرمایا کیا میں نے پہونچادیا؟

یعنی اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے پہونچادیا۔

نیز فرمایا:

''جوشخص اپنی زبان اوراپنی شرمگاہ کی مجھے ضمانت دے میں اسکی ضمانت دیتاہوں۔''[1]

نیز فرمایا:

''جانتے ہولوگوں کوسب سے زیادہ کون سی چیز جہنم میں لے جانے والی ہوگی فرمایا زبان اورشرمگاہ۔''[2]

نیز فرمایا:

''سباب المسلم فسوق و قتاله کفر ''[3]

مسلمان کو گالی گلوج دینا فسق اوراس سے لڑنا کفر ہے۔

قوت ایمانی کی ایک علامت یہ ہے کہ آدمی گالی گلوج فحش گوئی اور بدکلامی اور لعن طعن سے دور رہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ليس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذى''[4]

---

[1] صحیح بخاری باب حفظ اللسان،ترمذی أبواب الزہد باب ماجاء فی حفظ اللسان

[2] مشکوۃ بتحقیق شیخ البانی رقم الحدیث:۴۸۳۲

[3] صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ينهى من السباب واللعن رقم الحدیث:۶۰۴۴،صحیح مسلم کتاب الایمان بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق رقم الحدیث:۶۴

[4] مسند أحمد:۴۰۵/۱ (۳۸۳۹) و:۴۱۶/۱ (۳۹۴۹) وجامع ترمذی أبواب البرّ باب ماجاء فی اللعنۃ:۲۰۶۰

مومن طعنہ زن نہیں ہوتا،لعنت گرنہیں ہوتا فحش گونہیں ہوتا اور بدزبان نہیں ہوتا۔

۱۷- سترہواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو جوئے اور قمار بازی کی تمام اقسام سے منع کریں مثلا لڈو،شطرنج اور کیرم بورڈ وغیرہ اگرچہ وہ تفریح کے لئے ہی کیوں نہ کھیلیں اس لئے کہ یہ تمام چیزیں جوئے اور قمار بازی کی ترغیب دیتی ہیں اور آپس میں عداوت و دشمنی ڈالتی ہیں نیز ان چیزوں میں ان کا جانی مالی نقصان اور وقت کی بربادی ہونے کے ساتھ ساتھ نمازیں بھی چلی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

''من قال لصاحبه تعال أقامرك فليتصدق''[1]

جوشخص اپنے ساتھی سے کہے آؤ جوا کھیلیں وہ صدقہ کرے۔

نیز فرمایا:

''روى ابو موسىٰ عن النبى ﷺ قال من لعب بالنّرد فقد عصىٰ الله و رسوله''[2]

ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے چوسر کا کھیل کھیلا اس نے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

۱۸- اٹھارہواں حق یہ ہے کہ بچوں کو فحش اور گندے رسائل و جرائد و میگزین ننگی تصاویر دیکھنے من گھڑت قسم کے جنسی افسانوں سے دلچسپی لینے سنیما وڈیو اور ٹیلی ویژن دیکھنے سے منع کریں اس لئے کہ ان تمام چیزوں سے ان کا اخلاق اور مستقبل تباہ ہوتا ہے۔

---

[1] بخاری:۳۶۴/۴،مسلم:۸۱/۵،ابوداؤد(۳۲۴۷)،نسائی:۱۴۰/۲،ترمذی:۲۹۱/۱،اوراحمد:۳۰۹ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت کیا ہےاورامام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

[2] احمد وأبوداؤد وابن ماجہ ومالک فی المؤطاص:۳۷۷

۱۹- انیسواں حق یہ ہے کہ بچوں کو تمباکو کھانے اور سگریٹ نوشی کی لعنت سے بچائیں انہیں سمجھائیں کہ تمام ڈاکٹروں کا بااتفاق فیصلہ ہے کہ یہ انسان کے جسم اور دانتوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے سگریٹ پینے سے سرطان جیسی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کا گندہ دھواں سینے میں جم جاتا ہے جس سے پھیھڑے ناکارہ ہوجاتے ہیں اس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اسی لئے ان کا کھانا اور پینا اور خرید وفروخت کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اس کے بجائے حسب استطاعت بچوں کو پھل فروٹ اور قسم کی مقوی دماغ چیزیں کھانے کی ترغیب دلائیں بیڑی سگریٹ تمباکو کا استعمال ناجائز وحرام ہے کیونکہ اس میں نشہ پایا جاتا ہے ان کے استعمال سے دینی ودنیوی اور جسمانی ہر اعتبار سے نقصانات ہوتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلاَ تُلْقُوْا بِأَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [1]

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کل مسکر خمر و کل خمر حرام" [2]

ہر نشہ کرنے والا شراب خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

نیز فرمایا:

"کل مسکر حرام" [3]

ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔

نیز فرمایا:

"عن ام سلمة قالت نهىٰ رسول الله ﷺ عن كل مسكر

۱ البقرۃ:۱۹۵
۲ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ:۲۴۹/۵
۳ حوالہ مذکور

مفتر" [1]

ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ لانے والی چیز اور غافل کردینے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔

مفتر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پینے سے آدمی کا بدن گرم ہوجائے جسم میں سستی ضعف کمزوری پیدا ہوجائے اور بدن ٹوٹنے لگے سگریٹ تمباکو کی خوشبو بہت کریہہ اور خراب ہوتی ہے بدبوہی کی وجہ سے شریعت نے نماز کے وقت کچی پیاز اور لہسن کھانے سے روک دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"من اكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا وليعتزل مسجد نا و ليقعد فى بيته" [2]

جو لہسن یا پیاز کھائے تو ہم میں سے الگ ہوجائے اور ہماری مسجدوں سے دور رہے اور چاہئے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔

بیڑی سگریٹ تمباکو کی بو لہسن اور پیاز سے کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ اور خراب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اس کے استعمال میں اسراف وفضول خرچی ہے۔

نیز فرمایا:

"ما اسكر كثيره فقليله حرام" [3]

آپ ﷺ نے فرمایا جس چیز کی وافر مقدار سے نشہ پیدا ہو اسکی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

نیز فرمایا:

"لعن النبى ﷺ فى الخمر عشرة عاصرها و معتصرها و شاربها و حاملها والمحمولة اليه وساقيها و بائعها و آكل ثمنها والمشترى لها والمشتراة له" [4]

۱ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ:۱۶۷/۷
۲ صحیح بخاری:۸۲۰/۲
۳ رواہ احمد وأبوداؤد والترمذی ص:۹۸
۴ الترمذی وابن ماجہ ورواتہ ثقات ص:۹۸-۹۹

رسول اللہ ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس اشخاص پر لعنت فرمائی ہے اس کو نچوڑنے والے اس کو نچوڑنے کا حکم دینے والے اس کو پینے والے اس کو اٹھانے والے اسے جس کے پاس لے جایا جائے اس کو پلانے والے اس کو فروخت کرنے والے اسکی قیمت کھانے والے اس کو خریدنے والے اور جس کے لئے خریدی جائے۔

۲۰- بیسواں حق یہ ہے کہ بچوں کو ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی ان سے کبھی از راہ مذاق بھی جھوٹ نہ بولیں تا کہ وہ کسی معمولی چیز پر جھوٹ نہ بول پائیں جب ہم ان سے کوئی وعدہ لیں تو اسے ہر حال میں پورا کر دکھائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من قال لصبى تعال هاك ثم لم يعطه فهى كذبة"

جس شخص نے کسی بچے کو کہا بیٹا ادھر آؤ یہ چیز لے اور دیا کچھ نہیں تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

نیز فرمایا:

"عليكم بالصدق فان الصدق يهدى الى البر وان البر يهدى الى الجنة و ما يزال الرجل يصدق و يتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا و اياكم والكذب فان الكذب يهدى الى الفجور و ان الفجور يهدى الى النار و ما يزال الرجل يكذب و يتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا"[1]

تم سچ بولنے کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی جستجو میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک سچ لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں داخل کر دیتا ہے آدمی ہمیشہ جھوٹ بکتا اور جھوٹ کے پیچھے لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

[1] صحیح مسلم کتاب البر باب قبح الکذب وحسن الصدق (۲۶۰۷) ومسند احمد: ۳۸۴/۱ (۳۶۳۸)

سچائی یا راست بازی کا مطلب ہے کہ کسی کے ساتھ دھوکہ فریب نہیں کرنا جعل سازی ملاوٹ سے بچنا اور خلاف واقعہ بات نہیں کرنی ہر ایک معاملہ میں سیدھی صاف اور کھری بات کہنی کیونکہ سچ بولنے میں عافیت ہے۔

۲۱- اکیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اللہ سے غیض وغضب اور ہلاکت کی دعا نہ کریں اس لئے کہ کسی وقت ہر اچھی بری دعا قبول ہو جاتی ہے جو اولاد کی تباہی وگمراہی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم بچوں سے کہا کریں:

"هداك الله اصلحك الله ، ارشدك الله" وغیرہ۔

اللہ تجھے ہدایت دے تجھے نیک کر دے اللہ تیری رہنمائی کرے۔

۲۲- بائیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو سودی کاروبار اور رشوت سے بچائیں کیونکہ یہ جہنم میں جانے کا ذریعہ ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَاْكُلُوْا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضَعَفَةً﴾[1]

اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان النبى ﷺ لعن اكل الربا و مؤكله و شاهديه و كاتبه" (بخاری ومسلم عبداللہ بن مسعود)

رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی سود کھانے والے پر سود کھلانے والے پر اس کے دونوں گواہوں پر اور سودی دستاویز لکھنے والے پر۔

امام نسائی کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ جان بوجھ کر سود کھانے، کھلانے، گواہی دینے اور لکھنے والے پر حضور ﷺ قیامت کے دن لعنت فرمائیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے ایسے لوگ محروم رہیں گے نہ صرف یہ کہ شفاعت سے محروم رہیں گے بلکہ نبی کی لعنت ان کے حصہ میں آئے گی اللہ پناہ میں رکھے۔

[1] آل عمران: ۱۳۰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”و فی الحدیث درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد ستة و ثلاثين زنية احمد و رجال الصحيح قدوردت فى الرواية هكذا ستة و ثلاثين زنية على غير المشهور فى العدد“:ص۱۸۹

حدیث میں ہے کہ ایک درہم سود جسے آدمی جانتے ہوئے کھا لیتا ہے چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ شدید ہے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں روایت میں اسی طرح ہے چھتیس بار زنا حالانکہ یہ تعداد مشہور نہیں ہے۔

احمد ۵۲۵/۵ سنن للدارقطنی ص: ۲۹۵ ابن عساکر نے تاریخ دمشق ۲۱۷/۴/۹ میں بطریق جریر بن حازم عن ایوب عن ابی ملیکۃ عن عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکۃ روایت کیا ہے:

” وقال النبی ﷺ اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا یا رسول الله وما هی ؟ قال الشرك بالله والسحر و قتل النفس التی حرم الله الا بالحق و أكل الربا وأكل مال اليتيم والتولى يوم الزحف و قذف المحصنات الغافلات المؤمنات “

آپ نے فرمایا: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک ٹھہرانا جادوگری کسی کو ناحق مار ڈالنا سود کھانا، یتیم کا مال کھانا جنگ کے دن پیٹھ دکھا دینا پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

نیز فرمایا:

”لعنة الله علىٰ الراشی والمرتشی“[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۳۸۷/۲ ـ ۳۸۸، ترمذی: ۲۵۰/۱، ابن حبان (۱۱۹۶) اور حاکم: ۱۰۳/۴ نے بطریق عمر بن أبی سلمۃ عن ابیہ عن ابی ہریرۃ روایت کیا ہے۔

رشوت اس رقم کو کہتے ہیں جو دوسروں کا حق ہڑپ کرنے کے لئے حکومت کے کلرکوں اور افسروں کی دی جاتی ہے اور وہ رقم ہرگز رشوت نہیں ہے جو اپنے جائز حق کے حصول کے لئے باطل نظام حکومت کے بے ایمان کارندوں کو دل کی پوری نفرت کے ساتھ اپنی جیب سے نکال کر دینی پڑتی ہے جس کے بغیر اپنا جائز حق نہیں نکلتا ہے یہی رائے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی ہے اور یہی رائے محدث خطابی نے اپنی کتاب معالم السنن میں پیش کی ہے اور یہی بات سورۃ البقرۃ میں آیت: ۱۸۸ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

۲۳- تیئسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو دھوکہ بازی اور ناپ تول میں کمی و بددیانتی کی عادت نہ ڈالیں اور حرام کمائی سے خود بچیں اور اپنی اولاد کو بچائیں اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذَالِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاوِيْلًا﴾[1]

اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے۔

نیز فرمایا:

﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تُخْسِرُوْا الْمِيْزَانَ﴾[2]

تاکہ تم وزن کرنے میں تجاوز نہ کرنا انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من غشّنا فلیس منا“[3]

---

[1] بنی اسرائیل: ۳۵

[2] الرحمٰن: ۸ـ۹

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ من غشّنا فلیس منا رقم الحدیث: ۱۰۱

جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔

اس حدیث میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ معاملات (لین دین) اور خرید وفروخت میں امانت و دیانت کو اپناؤ اور کسی سے دھوکہ وفریب کا معاملہ مت کرو کیونکہ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا و ان اللہ امر المومنین بما أمر به المرسلین فقال يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْ ا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحاً اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (المومنين : ۵۱)

وَقَالَ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرة: ۱۷۲)

ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغير يمد يديه الى السمآء يا رب يا رب و مطعمه حرام و شرابه حرام و ملبسه حرام و غذى بالحرام فانى يستجاب لذلك''[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے اس نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا اے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو یقین جانو میں تمہارے سارے اعمال سے بخوبی واقف ہوں۔

اے ایمان والو! ہماری عطا کردہ پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ۔

پھر آپ ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہے اس کے بال پریشان اور قدم غبار آلود ہیں وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کر رہا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور اسکا کھانا پینا اور اس کا لباس سب کچھ حرام مال کا ہے اور حرام مال سے ہی اس کی پرورش ہوتی ہے (اے صحابہ کی جماعت) تم ہی بتاؤ آخر اس شخص کی دعا کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔

نیز فرمایا:

''ان النبی ﷺ ذکر ثلاثا لا ینظر اللہ الیھم یوم القیامة و لا

[۱] مسلم: ۸۵/۳-۸۶، ترمذی: ۱۶۴/۲، دارمی: ۳۰۰/۲، أحمد: ۳۲۸/۲

یزکیھم ولھم عذاب الیم احدھم المتفق سلعته بالحلف الکاذب''[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان فروخت کرتا ہے۔

☆ایک مرتبہ نبی ﷺ گندم کے ایک دوکاندار کے پاس سے گذرے وہاں گندم کی ایک ڈھیر لگی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس کے اندر اپنا ہاتھ داخل کیا تو آپکی انگلیوں کو تری پہونچی آپ نے دوکاندار سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا بارش کی وجہ سے گیلی ہوگئی ہے آپؐ نے فرمایا تم نے گیلا حصہ اوپر کیوں نہیں کیا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے (موجودہ صورت تو دھوکہ انگیز ہے) جس نے دھوکہ کیا اس کا کوئی تعلق مجھ سے نہیں۔[۲]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قابل فروخت چیز میں اس طرح کے عیب کو گاہک سے چھپانا بھی دھوکہ ہے اس کے علاوہ دھوکہ دہی کی اور کئی صورتیں ہیں جیسے:

(۱) ناپ تول میں ایسے انداز سے کمی کرنا کہ دیکھنے والے کو پتہ نہ چلے۔

(۲) جھوٹی قسم کھا کر گاہک کو دھوکہ دینا

(۳) گاہک کو اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ بتلا کر اس سے قیمت لگوانا۔

(۴) کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کرنا۔

(۵) مشہور مارکہ اور برانڈ سے ملتی جلتی چیزیں بنانا یا بیچنا۔

(۶) بخش یعنی سازش کے طور پر قیمت زیادہ بڑھا کر لگانا تا کہ دوسرا شخص اسے اس سے زیادہ قیمت پر خرید لے جب کہ اس کی اپنی نیت خریدنے کی نہ ہو نہ وہ

[۱] مسلم: ۷۱/۱، ابوداؤد (۴۰۸۷) نسائی: ۳۵۷/۱، ترمذی: ۲۲۸/۱، دارمی: ۲۶۷/۲، ابن ماجہ ۲۲۰۸ اور احمد: ۱۴۸/۵، ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۷۷، ۱۷۸، وسنن بیہقی: ۲۶۵/۵

[۲] صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا رقم الحدیث: ۱۰۱

چیز اتنی مالیت کی ہو۔

(۷) ''مصرّ'' جانور بیچنا یعنی دودھیل جانور کا چند دن دودھ نہ دوہنا تا کہ وہ زیادہ دودھ دینے والا جانور معلوم ہو اور خریدار اس دھوکے میں اسے خریدے۔

اسی طرح تجارت اور کاروبار میں ملاوٹ یا دھوکہ وفریب کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ممنوع ہیں ایک مسلمان کی تجارت صاف ستھری اور امانت و دیانت پر مبنی ہونی چاہئے جس میں جھوٹ کی آمیزش ہو نہ دھوکہ وفریب کی۔

غیر دیانت دار تاجروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''التجّار یحشرون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقیٰ فُجارّاً و بر و صدق''[1]

تاجر لوگ محشر میں لائے جائیں گے کھلے بدکار کی حیثیت میں البتہ وہ تاجر فاسق و فاجر کی حیثیت سے محشر میں نہیں لائے جائیں گے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقوی اختیار کیا اور پورا حق دیا اور سچ بولا ہوگا۔

یہ حدیث ان تاجروں اور دوکانداروں کے لئے قابل توجہ ہے جو سامان دھوکہ دیکر فروخت کرتے ہیں اور ناپ تول میں کمی کرتے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام نے تجارت میں ناپ تول میں بددیانتی کے خلاف تنبیہ کرتے ہوئے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اقتصادی نظام میں بگاڑ سے لوگوں کے حقوق کی پامالی پر انتباہ دیا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَ تْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَبِّکُمْ فَاَوْفُوْا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلاَ تَبْخَسُوْا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلاَ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلاَحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ﴾[2]

[1] ترمذی کتاب البیوع باب ماجاء فی التجار:۳/۵۱۵-۵۱۶ حدیث:۱۲۱۰
[2] الاعراف:۸۵

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے پس تم ناپ تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا کْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ اَلاَ یَظُنُّ اُوْلٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾[1]

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی جب لوگوں سے ناپ تول کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں؟ اس عظیم دن کے لئے۔

یعنی لینے اور دینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا اور اس طرح ڈنڈی مار کر ناپ تول میں کمی کرنا بڑی اخلاقی بیماری ہے جس کا نتیجہ دین وآخرت میں تباہی ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

'' جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اس پر قحط سالی سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کردیا جاتا ہے۔''[2]

۲۴- چوبیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بے حیائی وفحش کاموں سے دور رکھنے کی کوشش کریں کیونکہ ایسے اقدامات عذاب الٰہی کی دعوت دیتے ہیں۔

عقیدہ توحید کے بگاڑ کا سب سے پہلا حملہ عائلی زندگی پر ہوتا ہے قرآن نے

[1] المطففین:۵
[2] ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۱۹ ذکرہ الالبانی فی الصحیحۃ (۱۰۶)

اس کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے قیامت تک آنے والی نسلوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کیونکہ عذاب الٰہی کی بڑی وجہ عائلی زندگی میں بگاڑ ہے قوم لوط نے جو شہوت کا طریقہ اختیار کیا اس کی وجہ سے ایک مرد سے دوسرے مرد پر غالب آنے اور عورتوں کے درمیان طرح طرح کی فحاشی طور وطریقوں کی رغبت پیدا کرنا تھا اور نسلی افزائش اور بقاء کا خاتمہ اسی لئے قرآن نے کہا کہ اس سے بچو ورنہ کسی بھی زمانے میں ایسے اقدامات عذاب الٰہی کی دعوت دیتے ہیں لواطت کی ابتداء قوم لوط سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلُوطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾[1]

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم تو حد ہی سے گذر گئے ہو۔

پھر آگے فرمایا:

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِيْنَ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾[2]

سو ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر خاص طرح مینہ برسایا پس دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

یہ خاص مینہ کیا تھا؟ پتھروں کا مینہ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

[1] الاعراف: ۸۱
[2] الاعراف: ۸۳-۸۴

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَنْضُوْدٍ﴾[1]

ہم نے ان پر تہ بہ تہ پتھروں کی بارش برسائی۔

اس سے پہلے فرمایا:

﴿جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا﴾ ہم نے اس بستی کو الٹ کر نیچے کر دیا۔

۲۵- پچیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے بچائیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر نبیوں ولیوں اور مردہ لوگوں سے دعائیں مانگنا اور مدد طلب کرنا بھی شرک ہے کیونکہ وہ صرف بندے ہیں نفع نقصان کے کچھ بھی مالک نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[2]

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکارو جو تجھے نہ فائدہ پہونچا سکتی ہے نہ نقصان اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا۔

۲۶- چھبیسواں حق یہ ہے کہ بچیوں کو بچپن ہی میں یعنی سات سال کی عمر ہی سے پردہ کرنے کی عادت ڈالیں تا کہ بڑی ہو کر بھی اس کی پابند رہے اسے تنگ قسم کے چھوٹے چھوٹے اور جن سے مکمل جسم نہ ڈھانپا جا سکے اور باریک کپڑے استعمال نہ کروائیں بہتر ہے کہ سادہ برقعہ استعمال کرایا جائے۔

۲۷- ستائیسواں حق یہ ہے کہ اولاد کو وصیت کی جائے کہ لڑکے اور لڑکیاں علیحدہ علیحدہ اپنا لباس استعمال کریں تا کہ ایک جنس سے دوسری جنس پہچانی جا سکے مغربی لباس سے پرہیز کریں اور قطعی طور پر ان کی مشابہت اختیار نہ کریں مثلاً بڑی تنگ قسم کی پینٹ یا اس قسم کی دوسری گندی عادتیں نہ اپنائیں صحیح حدیث ہے:

[1] ہود: ۸۲
[2] یونس: ۱۰۶

"لعن النبی ﷺ المتشبهین من الرجال بالنسآء والمتشبهات من النسآء ولعن المخنثین من الرجال والمترجلات من النسآء"[۱]

رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ان مردوں عورتوں پر لعنت کی ہے جو خود ہجڑے بنتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

"من تشبه بقوم فهو منهم"[۲]

جس نے بھی کسی غیر مسلم قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے

۲۸- اٹھائیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو دائیں ہاتھ سے کھانے پینے اور لکھنے اور کوئی بھی چیز لینے دینے کا عادی بنائیں اور اسے ہر کام کے شروع میں بسم اللہ اور کام مکمل کرنے کے بعد الحمدللہ پڑھنے کی تعلیم دیں اور اسے ہمیشہ بیٹھ کر کھانا کھانے کی عادت ڈالیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سم الله و كل بيمينك و كل مما يليك"[۳]

اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے قریب سے کھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ اپنے اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد اللہ کی حمد بیان کرتا ہے"[۴]

کھانے میں کوئی عیب نہ نکالیں۔

---

۱ صحیح بخاری کتاب اللباس باب المتشبھون بالنساء:۱۱/۵۲۱ حدیث:۵۸۸۵
۲ سنن ابی داؤد مسند احمد بن حنبل مشکوۃ المصابیح:۲/۱۲۴۶ رقم الحدیث:۴۳۴۷
۳ سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب الاکل بالیمین رقم الحدیث:۳۲۶۷
۴ صحیح مسلم مع المنهاج کتاب الذکر باب استحباب حمد اللہ بعد الاکل والشرب:۷/۲۱۰ حدیث: ۸۹(۲۷۳۴)

ارشاد فرمایا:

"اذا اكل احدكم فلياكل بيمينه"[۱]

جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے۔

اسی حدیث میں یہ بھی ہے:

"و اذا شرب فليشرب بيمينه"[۲]

اور جب پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے۔

اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے:

"فان الشيطان يأكل بشماله و يشرب بشماله"[۳]

اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے

بدقسمتی سے بہت سے مسلمان انگریز کی نقالی میں بڑے فخر سے بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے ہیں جو بہت ہی قبیح حرکت ہے ایک مسلمان ہو کر انگریز کی ایسی اندھی نقالی (الامان والحفیظ)۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"تم میں سے ہر آدمی کو چاہئے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے پئے دائیں ہاتھ سے پکڑے اور دائیں ہاتھ سے ہی کسی دوسرے کو پکڑائے اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا اور بائیں ہاتھ سے ہی لیتا اور دیتا ہے۔"[۴]

بائیں ہاتھ سے کھانا پینا سخت گناہ ہے اس سے خود اور اپنے بچے اور بچیوں کو بچانا چاہئے اور کھانے پینے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہئے صفائی ستھرائی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کیونکہ استنجا اور آب دست وغیرہ کے لئے بایاں ہاتھ استعمال

---

۱ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب واحکامهما رقم الحدیث:۲۰۲۰
۲ حوالہ مذکورہ
۳ حوالہ مذکورہ
۴ سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب الاکل بالیمین

کرنے کا حکم ہے تو جس ہاتھ سے انسان اپنی گندگی صاف کرتا ہے اس ہاتھ سے کھانا پینا کتنا معیوب ہے۔

۲۹- انتیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو صاف ستھرا رہنے کا عادی بنائیں کہ وہ اپنے ناخن اتار لے کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئے اور سونے کے بعد اٹھنے پر تین بار ہاتھوں کو دھوئے اور اسے استنجاء کرنے کا طریقہ سکھائیں کہ وہ پائخانہ پیشاب کے بعد پانی سے اچھی طرح صفائی کرے تا کہ اس کی نماز درست ہو سکے اور اس کے کپڑے ناپاک نہ ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''الطهور شطر الايمان ''[۱]

پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

''تنزهوا من البول ''[۲] پیشاب کے چھینٹوں سے بچو۔

اسلام میں طہارت وصفائی کو آدھا ایمان قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی جو ایک مسلمان پر فرض ہے اسی طہارت کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچا جائے کیونکہ ان چھینٹوں سے انسان ناپاک ہو جاتا ہے اسی لئے حدیث مذکور بالا میں آگے یہ الفاظ ہیں:

'' فان عامة عذاب القبر منه ''[۳]

اس لئے کہ عذاب قبر اکثر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوگا۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء رقم الحدیث:۲۲۳

[۲] ارواء الغلیل :۱/۳۱۰

[۳] ارواء الغلیل :۱/۳۱۰

ایک مشہور حدیث ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کا گذر دو قبروں پر سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے ایک ان میں چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب پر پردہ نہیں کرتا تھا (یا دوسری روایت کے مطابق) پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔''[۱]

اس لئے پیشاب نرم زمین میں ایسے طریقے سے کیا جائے کہ چھینٹوں سے کپڑے آلودہ نہ ہوں اسی طرح کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے بھی گریز کیا جائے جیسے انگریز یا پتلون پہننے والے کرتے ہیں کیونکہ اس طرح چھینٹوں سے بچنا مشکل ہے۔

۳۰- تیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو غیبت جیسی قبیح عادت سے دور رکھیں یہ کبیرہ گناہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' أتدرون ما الغيبة ؟ قالو ا الله و رسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما كره قيل افرأيت ان كان في اخى ما اقول ؟ قال ان كان فيه ما تقول فقد اغتبته وان لم يكن فيه ما تقول فقد بهّته ''[۲]

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ذکر ایسی چیز کے ساتھ کرنا جو اسے ناپسند ہو ایک صحابی نے عرض کیا! یہ بتائیے کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز جو میں کہہ رہا ہوں موجود ہو تو؟ آپ ؐ نے فرمایا اگر تمہاری ذکر کردہ چیز اس کے اندر موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر نہیں ہے تو تم نے اس کے اوپر بہتان باندھا۔

نیز فرمایا:

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الادب باب ۴۶ باب الغيبة ، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب ۳۴، مشکوۃ بتحقیق علامہ البانی ص:۱۳۶۶ رقم الحدیث:۴۸۷۵

[۲] مسلم :۲۱/۸، ابوداؤد (۴۸۷۴)، ترمذی :۱/۳۵۱_۳۵۲، دارمی :۲/۲۹۹ اور احمد :۲/۲۸۴۔ ۲۸۶ نے کئی طرق سے بایں سند روایت کیا ہے۔

"الغیبة اشد من الزنا"۱

غیبت زنا سے بھی شدید تر ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ! غیبت زنا سے زیادہ کیسے ہوسکتی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخلوص دل توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے مگر غیبت کو اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرسکتا جب تک وہ شخص نہ معاف کردے جس کی غیبت کی گئی ہو۔

۳۱- اکتیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو چغل خوری کی قطعاً اجازت نہ دیں خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی اس قبیح عادت سے بچائیں چغل خوری کا مطلب ہے لڑائی جھگڑے یا اس کو بڑھانے کی نیت سے ایک شخص کی بات سن کر دوسرے کو پہونچانا یہ مرض ہمارے معاشرے میں عام ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خیار عباد الله الذین اذا رؤوا ذکر الله و شرار عباد الله المشّاؤون بالنمیمة المرفقون بین الاحبة الباغون للبرأء العنت"۲

اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے اور بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کرنیوالے دوستوں کے مابین تفریق ڈالنے والے اور پاکدامن لوگوں کو مشقت و پریشانی میں مبتلا کرنے والے ہیں۔

چغل خوری ہر خیر کا استیصال کرتی اور برائی کو دعوت دیتی ہے اس کے نتیجہ میں بڑے بڑے گناہ جنم لیتے ہیں روحانیت کا خاتمہ ہوتا ہے اور قبیلے اور جماعتیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یدخل الجنة نمّام"۳

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

---

۱ مشکوۃ بتحقیق علامہ البانی ص:۱۳۶۶ رقم الحدیث:۴۸۷۵
۲ مسند احمد:۴/۲۲۷ (۸۰۲۰)
۳ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم النمیمة رقم الحدیث:۱۰۵

بعض روایات میں قتات کا لفظ ہے دونوں کے معنی ایک ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"و تجدون شرّ الناس ذالو جهين الذى ياتى هولاء بوجهه و يأتى هولاء بوجهه"

سب سے بدترین اس شخص کو پاؤ گے جو دورخا ہو جو اس کے پاس ایک منہ لے کر آتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسرا منہ لے کر۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور ایک شخص کے بارے میں ان سے کچھ بیان کرنے لگا عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اگر کہو تو ہم خود تمہیں دیکھیں اگر تم جھوٹ کہہ رہے ہو تو اس آیت کریمہ کے حکم میں ہو:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾۱

اے مومنو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔

اور اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مصداق ہو:

﴿هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ﴾۲

بے وقار کمینہ عیب گو چغلیاں لئے پھرنے والا۔یعنی ایسے لوگوں کی بھی بات نہ مانو۔

اور تیسری صورت تمہاری یہ ہوسکتی ہے کہ اگر ہو تو تمہیں معاف کردیا جائے اس شخص نے التجا کی یا امیر المومنین! مجھے معاف ہی کردیا جائے اب کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ چغل خور کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

---

۱ الحجرات:۶
۲ القلم:۱۱

”انھما یعذبان و ما یعذبان فی کبیر بلیٰ انہ کبیرا ما احدھما فکان یمشی بالنمیمة واما الآخر فکان لا یستتر من بولہ“[۱]

ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور (لوگوں کے گمان کے مطابق) یہ کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ہیں حالانکہ وہ درحقیقت بڑے گناہ ہیں ایک کو تو اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ دنیا میں لوگوں کی چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا اس وجہ سے کہ پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔

علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ؎

خرد کی نامسلمانی سے فریاد　　　زباں کی فتنہ سامانی سے فریاد

یہ حقیقت ہے کہ زبان جس قدر گناہوں اور فتنوں کا سبب ہوتی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی ہے زبان کی فتنہ سامانیوں میں سے چغل خوری بھی ہے چغل خور دو اچھے بھلے آدمیوں کے اندر عداوت و دشمنی اور منافرت پھیلاتی ہے ایسے کتنے واقعات ہیں کہ چغل خوری نے دو صاف دل دوستوں کو جدا کر دیا کتنے رشتے ناطے کو توڑ دیئے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حالقہ (مونڈنے والی) قرار دیا ہے۔

حکم تو یہ ہے کہ اگر دو دوست دو بھائی یا دو رشتے دار یا دو پڑوسی آپس میں لڑے ہوں تو ایک تیسرا شخص دونوں کے سامنے ایک دوسرے کی بابت ایسی باتیں بیان کرے کہ انہیں سن کر آپس کی کدورتیں رنجشیں اور نفرتیں ختم یا کم ہو جائیں اور وہ ایک دوسرے کے قریب آ جائیں حتی کہ اس کے لئے اسے اپنی طرف سے جھوٹی باتیں بنا کر کہنی پڑیں تو بھی جائز ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لیس الکذّاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا و ینمی

[۱] صحیح بخاری میں یہ حدیث ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مختلف مقامات پر مروی ہے دیکھئے کتاب الوضوء: ۲۱۶ کتاب الجنائز (۱۳۶۱) کتاب الادب (۶۰۵۲-۶۰۵۵) نیز دیکھئے صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منہ (۲۹۲)

خیرا“[۱]

وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور بھلائی کی بات کرتا اور بھلائی ہی کی بات دوسرے تک پہونچاتا ہے۔

امام شہاب زہریؒ فرماتے ہیں:[۲]

”میں نے نہیں سنا کہ تین صورتوں کے علاوہ بھی کسی موقع کے لئے جھوٹ بولنے کی رخصت دی گئی ہو“۔

رخصت والی تین صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ جنگ لوگوں کے درمیان صلح کرانا ۲۔ شوہر کی اپنی بیوی سے ۳۔ اور بیوی کو اپنے شوہر سے گفتگو۔

یعنی ان تینوں موقعوں پر اگر جھوٹ بولنے کی ضرورت پیش آ جائے تو حسب ضرورت اس کی رخصت ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں صلح کی کتنی اہمیت ہے کہ اس کے لئے جھوٹ تک بولنا بھی جائز ہے اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جب صلح کی یہ اہمیت ہے تو لوگوں کو باہم لڑانا یا جلتی آگ پر تیل ڈالنا بھی کتنا بڑا جرم ہوگا لیکن بدقسمتی سے لوگوں کو اس جرم عظیم کے ارتکاب میں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے۔

آپ خود اپنی اولاد کو جھوٹ، چغل خوری اور گناہ و معصیت کے کاموں سے دور رکھیں اور دردناک عذاب سے چھٹکارہ پانے کی فکر میں اللہ سے ڈریں ساتھ ہی اپنے کان نگاہ زبان اور دیگر اعضاء و جوارح کی حفاظت کریں کیونکہ قیامت کے دن ان سب کے بارے میں باز پرس کی جائے گی ارشاد الٰہی ہے:

[۱] صحیح بخاری کتاب الصلح باب لیس الکذاب الذی یصلح رقم الحدیث: ۲۶۹۲ و صحیح مسلم البر والصلة باب بیان تحریم الکذب وبیان المباح منہ رقم الحدیث: ۲۶۰۵

[۲] بحوالہ اسلامی معاشرت مومن کے شب و روز ص: ۱۵۰

﴿اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡئُوۡلًا﴾ [1]

یقیناً کان نگاہ اور دل ان سب کے بارے میں سوال ہوگا۔

۳۲- بتیسواں حق یہ ہے کہ اولاد کو اس بات کی تلقین کریں کہ چھوٹوں پر رحم کریں اور اپنے بڑوں کا ادب واحترام کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یُوقر کبیرنا'' [2]

وہ شخص ہم مسلمانوں میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کی عزت نہیں کرتا۔

چھوٹوں سے مراد چھوٹے بچے ہیں اپنے ہوں یا بیگانے حتی کہ دوست کے بچے ہوں یا دشمن کے سب کے ساتھ پیار اور شفقت کا معاملہ کرنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کافروں سے نبرد آزما ہونے والے مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ صرف برسرِ پیکار کافروں کو اپنی تلواروں اور گولیوں کا نشانہ بنائیں چھوٹے بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو کچھ نہ کہیں ہاں ان میں سے اگر کوئی کسی طریقے سے مسلمانوں کے خلاف کاروائی میں حصہ لے رہا ہو تو اور بات ہے پھر اس کا قتل بھی جائز بلکہ ضروری ہوگا لیکن عام حالات میں ان کو قتل کرنا ممنوع ہے اسی طرح اگر بڑے منصب پر فائز ہے تو وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے جیسے بادشاہ وقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ ہمدردی وشفقت کا معاملہ کرے۔

بڑوں سے مراد عمر میں بڑا ہونا ہے چھوٹی عمر کے لوگ اپنے سے بڑی عمر

---

[1] بنی اسرائیل:۳۶
[2] الصحیحۃ رقم الحدیث: ۲۱۹۶ بحوالہ ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان رقم الحدیث:۱۹۱۹، ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرحمۃ :۲۸۶/۴ رقم الحدیث:۴۹۴۳

کے لوگوں کا احترام کریں جیسے چھوٹے بہن بھائی بڑے بہن بھائی کا اور اولاد اپنے ماں باپ کا اور عام افراد اپنے خاندان قبیلے اور محلے کے بزرگوں کا ادب کریں اسی طرح کوئی علم وفضل میں ممتاز ہے تو وہ بھی قابل احترام ہے اس کی تکریم بھی ضروری ہے۔

۳۳- تینتیسواں حق یہ ہے کہ بچوں کو اذان کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیں اور جو کلمات موذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل ما یقول'' [1]

جب تم موذن کی اذان سنو تو وہ جو کہتا ہے تم بھی اس کی مثل کہو۔

(۱) یعنی موذن کے ساتھ اذان کے کلمات دہرائے جائیں صرف ''حی علی الصلوۃ'' ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھا جائے۔

(۲) اذان ختم ہونے کے بعد درود ابراہیمی پڑھا جائے

(۳) پھر دعائے وسیلہ:

''اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعۡوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الۡقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَا الۡوَسِیۡلَۃَ وَالۡفَضِیۡلَۃَ وَابۡعَثۡہُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَا الَّذِیۡ وَعَدۡتَّہٗ'' [2]

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص موذن کی اذان سن کر یہ دعا پڑھتا ہے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۴) پھر:

''أَشۡھَدُ اَنۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ رَضِیۡتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِمُحَمَّد رَسُوۡلًا وَبِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا'' [3]

---

[1] صحیح مسلم الصلوۃ باب استحباب القول مثل قول الموذن رقم الحدیث:۳۸۴
[2] صحیح بخاری کتاب الاذان باب الدعاء عند النداء رقم الحدیث:۶۱۴
[3] صحیح مسلم الصلوۃ باب استحباب القول مثل قول الموذن رقم الحدیث:۳۸۴

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں میں نے اللہ کے رب ہونے کو محمد ﷺ کے رسول ہونے کو اور اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی دعائیں قبول ہوں تو اذان واقامت کے درمیان دعائیں مانگنے کا اہتمام کیجئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’اذان واقامت کے درمیان مانگی ہوئی دعا رد نہیں کی جاتی۔‘‘ [1]

۳۴- چوتیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد میں سلام کرنے کی عادت ڈالیں گھر آئیں اسکول جائیں یا راستہ میں کوئی ملے تو السلام علیکم ضرور کہا کریں۔

۳۵- پینتسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو تلقین کریں کہ راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز نہ ڈالیں جیسے کوئی بڑا پتھر اینٹ لکڑی کانٹے دار درخت کوئی ایسا چھلکا جس سے انسان پھسل کر گر سکتا ہے بلکہ اگر اس قسم کی کوئی چیز راستے میں ہو تو فوراً ان کو ہٹادیں اور راستہ صاف کردیں یہ صدقہ اور نیکی کا کام ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اماطة الاذیٰ عن الطريق فانه لك صدقة‘‘ [2]

راستے سے تکلیف دہ چیز دور کردو یہ تمہارے لئے صدقہ ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے:

’’ایک شخص ایک راستہ سے گذرا تو دیکھا کہ درخت کی ایک شاخ آنے جانے والوں کو الجھتی ہے تو اس نے کہا اللہ کی قسم! میں اسے مسلمانوں کے راستے سے ہٹادوں گا تاکہ اس سے انہیں تکلیف نہ پہونچے تو اس شخص کو جنت

۱ سنن ترمذی کتاب الصلاة باب ما جاء فی ان الدعاء لا یرد بین الاذان والاقامة: ۱/۴۱۵-۴۱۶ حدیث: ۲۱۲، سنن أبی داؤد کتاب الصلاة باب ما جاء فی الدعاء بین الأذان والاقامة: ۱/۱۴۴ حدیث: ۱۵۲۱

۲ بخاری فی الادب المفرد ۲۲۸ بحوالہ الصحیحة رقم الحدیث: ۱۵۵۸

میں داخل کردیا گیا۔‘‘ [1]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ جنت میں ایک درخت کی وجہ سے عیش وراحت کی زندگی گذار رہا ہے اس نے اس درخت کو شاہراہ عام سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو تکلیف دیتا ہے۔‘‘

’’ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی بات بتلایئے جس سے میں فائدہ اٹھاؤں؟ آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزیں ہٹادو۔‘‘ [2]

۳۶- چھتیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو تاکید کریں کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور بچوں کو شاہراہ عام یا کسی ایسی جگہ جہاں پر بیٹھک ہو کنکر پتھر اینٹ پھینکنے سے سخت منع کردیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’حضرت عبداللہ بن مغفل اپنے ایک رشتہ دار کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے منع کیا:

’’نهى النبى ﷺ انها لا تصيد صيداً ولا تنكأ عدوّاً لكنها تكسر السن و تفقأ العين عن الخد‘‘ [3]

آپ ﷺ نے منع فرمایا اس سے نہ شکار مارا جاسکتا ہے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے لیکن یہ حرکت (کسی بھی راہ گیر) کی آنکھ پھوڑ سکتی ہے یا کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے۔

لیکن اس نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے یہی حرکت دوبارہ کی تو فرمایا:

’’أحدثك ان رسول الله ﷺ نهىٰ عنه ثم عدت تخذف لا

۱ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل ازالة الاذیٰ عن الطریق

۲ حوالہ مذکور

۳ بخاری ۴/۵-۶، مسلم: ۶/۱۷، ابوداؤد: ۵۲۷۰، نسائی: ۲/۲۴۸، دارمی: ۱/۱۱۷، ابن ماجہ: ۱۷، احمد: ۵/۵۶

اکلمك ابداً“

یعنی میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بتا رہا ہوں کہ آپؐ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا اور تو دوبارہ یہی حرکت کر رہا ہے۔

٣٧- سینتیسوں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو تین جگہوں پر بیٹھنے سے روکیں:

١۔ پانی پینے کی جگہوں پر بیٹھنے سے ٢۔ بیچ راستے میں بیٹھنے سے ٣۔ سایہ میں پائخانہ کرنے سے۔

”اتقوا الملاعن الثلاث البراز فی الموارد و قارعة الطريق و الظلّ“[١]

٣٨- اڑتیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کی یہ عادت ڈالیں کہ وہ مہمانوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئیں اور انہیں جو کچھ میسر ہو سامان ضیافت پیش کریں۔

٣٩- انتالیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور ایسی جگہوں پر نہ جانے دیں جہاں اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

٤٠- چالیسواں حق یہ ہے کہ والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد میں علم کا شوق دلائیں علم کی بڑی فضیلت ہے جاہل عالم برابر نہیں ہو سکتے علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں جاہل سے بڑھ کر کوئی کنگال نہیں علم ایک تحریک ہے علم ایک روشنی ہے علم کی روشنی سے ظلمت دور ہوتی ہے علم گمراہی سے بچاتا ہے۔

آپ اگر اپنی اولاد کو بھوکا ننگا دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں تو دین سے بے خبر اور جاہل رہنے پر بھی آپ کو ایسی ہی بے چینی محسوس کرنا چاہئے غذا اور لباس اس کے جسم کے لئے ضروری ہے دین اور علم اس کی روح کے لئے ضروری ہے اس لئے ہر

---

[١] رواہ أبوداوٗد وابن ماجہ والحاکم والبیہقی وصححہ ص:٤٣

شخص اپنی اولاد کو علم سے مزین کرے آپ کا ارشاد گرامی ہے:

”طلب العلم فريضة على كل مسلم“[١]

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ہر مسلمان سے مراد مرد اور عورت ہے یعنی ہر مسلمان مرد ہو یا عورت اس کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے علم کی بڑی فضیلت ہے اس بارے میں چند احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(١) ”طالب علم کے لئے ہر چیز حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی بخشش کی دعا کرتی ہیں۔“[٢]

(٢) ”فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔“[٣]

(٣) ”ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چاند کو چودھویں رات میں تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔“[٤]

(٤) انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو سلسلہ عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ کا دوسرے نیک اولاد اس کے حق میں دعائے خیر کرتی رہے تو اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں اور تیسرے وہ علم جس سے لوگ فیض یاب ہوتے رہیں اس کا ثواب صاحب علم کو ملتا رہے گا۔“[٥]

اس کی تشریح ایک اور حدیث میں اسطرح آئی ہے:

---

[١] صحیح الجامع رقم الحدیث:٣٩١٣، ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ المصابیح:١/٧٦ حدیث:٢١٨

[٢] سنن ترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ:٥/٤٨-٤٩ حدیث:٢٦٨١

[٣] حوالہ مذکور

[٤] حوالہ مذکور

[٥] صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ رقم الحدیث:١٦٣١

''ایک مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور حسنات سے درج ذیل چیزیں پہونچتی ہیں وہ علم جو اس نے حاصل کیا اور اسے پھیلایا (درس وتدریس کے ذریعہ سے تصنیف وتالیف یا دعوت وتبلیغ یا کتابوں کی نشر واشاعت کے ذریعہ سے) اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ گیا یا قرآن مجید چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافروں کے لئے کوئی گھر بنا گیا یا کوئی نہر جاری کر گیا یا کوئی صدقہ اپنی صحت اور زندگی کی حالت میں کیا کہ وہ اسے اسکی موت کے بعد ملے۔''[1]

ان تمام روایات سے علم شریعت کی فضیلت واضح ہے علم کے بارے میں بعض باتیں بڑی مشہور ہیں لیکن ان کی اصل نہیں مثلاً:

'' طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة''

اس میں مسلمة کا لفظ ثابت نہیں اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔

'' اطلبو العلم ولو کان بالصین ''علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو

یہ بھی سنداً ثابت نہیں اس لئے یہ بات مقولے کی حد تک صحیح ہے اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ علم حاصل کرنے کے لئے تمہیں اس سے دریغ نہیں کرنا چاہئے تاہم یہ حدیث رسول نہیں جیسا کہ مشہور ہے

''اطلبو ا لعلم من المهد الی اللحد ''

علم حاصل کرو گہوارے سے لے کر قبر کے اندر جانے تک۔

یہ بات بھی مقولے کی حد تک صحیح ہے یقیناً علم ایسا بحر بیکراں ہے کہ اس کے سر سے اور تہ تک کوئی نہیں پہونچ سکتا اور انسان مرتے دم تک طالب علم ہی رہتا ہے تاہم یہ حدیث رسول نہیں ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ ایک بستی میں پہونچے جہاں انہوں نے دو دن قیام کیا تیسرے دن صبح سویرے اپنے شاگرد سے کہا:

[1] ابن ماجہ بحوالہ اسلامی معاشرت (مومن کے شب وروز) ص:۵۱

''اپنا سامان فوراً باندھ لو۔''

شاگرد نے کہا یہاں آنے کے لئے آپ نے طویل سفر کی مشقت اٹھائی ہے اب آپ یہاں سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟ امام غزالیؒ نے فرمایا:

''میں اس بستی میں دو دن سے مقیم ہوں اور کوئی طالب علم میرے پاس نہیں آیا جس بستی میں علم کا شوق نہ ہو وہاں عذاب الٰہی نازل ہوکر رہتا ہے لہذا جلدی کرو ہم یہاں سے نکل جائیں''

ایک مرتبہ خوارج کے دس علماء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم سب مل کر آپ سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور درخواست یہ ہے کہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ جواب ملے آپ نے کہا ہاں پوچھو انہوں نے یہ سوال پیش کیا علم بہتر ہے یا مال؟ آپ نے نمبروار اس طرح جواب دینا شروع کیا:

پہلے سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال فرعون اور ہامان کے متروکات سے ہے اور علم پیغمبروں کی میراث ہے دوسرے سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال کی تو نگہبانی کرتا ہے اور علم تیرا نگہبان ہے تیسرے سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ مالدار کے بیشتر دشمن ہوتے ہیں اور عالم کو اس کے برخلاف اکثر خلائق عزیز رکھتی ہے۔

چوتھے سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم دوسروں کو پڑھانے سے ترقی کرتا ہے۔

پانچویں سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ صاحب مال کو کبھی بخیل بھی کہتے ہیں اور صاحب علم ہمیشہ کریم ہی کہلاتا ہے۔

چھٹے سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال کو چور ڈاکو اور سو آفتیں ہیں علم کو ان میں سے کسی کا خوف وخطر نہیں۔

ساتویں سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ مالداروں سے بروز قیامت حساب لیا

جائے گا اور علم پر کوئی حساب نہیں۔

آٹھویں سے کہا علم بہتر ہے اس لئے مال عرصہ تک رکھنے سے پرانا اور فرسودہ ہوجاتا ہے اور علم کو امتدادِ زمانہ سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔

نویں سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کہ اس سے قلب نور وضیاء حاصل کرتا ہے اور مال سے دل تیرہ وتار ہوجاتا ہے۔

دسویں سے کہا علم بہتر ہے اس لئے کثرت مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی دعوی کیا اور کثرت علم سے رسول خدا نے کہا ''ما عبدناك حق عبادتك'' اے اللہ ہم نے تیری ویسی عبادت نہیں کی جیسی کرنی چاہئے پھر خاتمہ پر کہا قسم بخدا اگر تم دم مرگ تک مجھ سے یہی سوال کروگے تو میں برابر جواب دیتا رہوں گا اور ہرگز ایک بات کو مکرر نہ کہوں گا یہ خوارج اپنی مخالفت سے تائب ہوگئے۔ (تہذیب المتین) (المرتضیٰ ص:۱۳۹۔۱۴۰ از حافظ عبدالرحمٰن مرحوم)

عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے بچوں سے کہا بچو علم حاصل کرو اگر تمہیں سرداری ملی تو تم اور اونچے ہوجاؤ گے اگر طبقہ اوسط سے متعلق رہے تو سیادت کا موقع تمہیں ملے گا اور اگر تم عام آدمی کی طرح ہوئے تو بھی اچھی زندگی گذار لوگے۔

مصعب بن زبیرؓ نے ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے سے فرمایا:

''علم حاصل کرو اگر تم بدصورت ہو تو صاحب جمال بن جاؤ گے اور تم مفلس ہو تو مالدار ہوجاؤ گے اصل بات تو یہ ہے کہ علم اس کے لئے حسن ہے جو حسن سے محروم ہو اور اس کے لئے دولت ہے جو تہی دست ونادار ہو''۱

۱ فلسفہ تعلیم وتربیت از پروفیسر عطیہ محمد الابریشی مترجم رئیس احمد جعفری ندوی ص:۲۶

۴۱- اکتالیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم وتربیت سے مزین اور آراستہ کیا جائے اولاد سے مراد لڑکے اور لڑکیاں ہیں اولاد کے حقوق میں سب سے زیادہ حق ان کی دینی تعلیم واخلاقی تربیت ہے دینی واخلاقی تربیت یہ ہے کہ دینی و اخلاقی قدروں کو بچوں میں اس طرح نشوونما کی جائے کہ مستقبل کی زندگی میں وہ ان کے عادی بن جائیں اور پوری طرح سے ان پر کاربند رہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾۱

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔

ایک مسلمان کو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لئے مسلمان کہلانے کے لئے اور پھر آخرت میں اللہ اور اس کے رسول کو منہ دکھانے اور نجات حاصل کرنے کے لئے بنیادی دینی عقائد کے جاننے کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے ہوا پانی کی ضرورت ہے مسلمانوں کی اصل نسبت صحیح عقیدہ (عقیدۂ توحید) اللہ سے صحیح رشتہ غلامی وعبودیت ہے اور اس کا صحیح طریقہ تعلیم ہے یہی وہ نسبت ہے جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے کوچ کرتے وقت اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے انہوں نے سب لڑکوں، پوتوں، نواسوں کو جمع کر کے دریافت فرمایا کہ:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾۲

۱ التحریم:۶
۲ البقرۃ:۱۳۳

کیا تم حضرت یعقوب کے انتقال کے وقت موجود تھے جب انہوں نے
اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا
کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل
علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے معبود کی جو معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی
کے فرماں بردار رہیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ: ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ﴾ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ یہ بات انہوں نے کس سے کہی تھی جو نبی زادے تھے نبی کے پوتے تھے پیغمبروں کے اس خاندان کا سرپرست اپنے بچوں کو جمع کرتا ہے، بیٹوں پوتوں کو جمع کر کے کہتا ہے اب میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں لیکن میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم اللہ واحد کی عبادت کرو گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے یا لوگوں کو جیسا کرتے دیکھو گے تم بھی کرنے لگو گے ایسے وقت آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے لیکن اللہ کے اس مومن بندہ کو فکر صرف یہ ہے کہ کیا میری اولاد اس دولت کو اپنے سینے سے لگائے رکھے گی جس پر اللہ کی ہر مدد اللہ کی ہر رحمت اللہ کے لئے ہر بہتر فیصلے اور اللہ کی نصرت فرد و امت کی نجات اور انسانیت کے مستقبل کا دارومدار ہے وہ ایک ہی چیز ہے:

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ﴾
تم بتا دو کہ میری آنکھ بند ہونے کے بعد بندگی کس کی کرو گے؟

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک بشارت دینے والے کے ہاتھ اپنی قمیص دے کر بھیجا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس پُرمسرت موقع پر اپنی اولاد کی دینی زندگی کے متعلق اس قاصد سے سوال کیا پوچھا: ”کَیْفَ تَرَکْتَهٗ“ تو نے اس کو کس حال میں چھوڑا ہے قاصد نے کہا

کہ ”تَرَکْتُهٗ مَلِكَ مِصْرَ“ میں نے ان کو مصر کی بادشاہت پر سرفراز دیکھا ہے
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

”لا اسئلك عن ذالك بل اسئلك علی ای دین ترکته“

یعنی میں نے اس کے متعلق نہیں پوچھا ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس کی دینی حالت کیسی ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک عرصہ بعد حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے تو سب سے پہلے باپ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہی سوال کیا کہ تم اگر توحید الٰہی اور دعوت ایمان پر قائم ہو تو آؤ گلے مل لیں اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ باپ میں اپنے بچوں کے حالات کی نگرانی کی کس قدر فکر دامن گیر رہتی تھی۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ ہیں اور اپنے زمانہ کی ایک بڑی شاعرہ خاتون ہیں بڑی دردمند دل خاتون تھیں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ایک معرکہ جہاد میں اپنے بیٹے کو بلاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹا جاؤ تم کو میں اسی دن کے لئے پالا تھا جاؤ اللہ کے راستہ میں جان دے دو پھر دوسرے کو بلاتی ہیں تیسرے بیٹے کو بلاتی ہیں اور جب سب کی شہادت کی خبر آتی ہے تو کہتی ہیں:

’الحمد اللّٰہ الذی اکرمنی بشهادتهم“

اس اللہ کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کے ذریعہ میری عزت بڑھائی یہ ایمان کی شان ہے کہ اسلام پر سب کچھ قربان۔

یہ ہے مسلمانوں کے ذہنوں کو ڈھالنے والا اسلامی سانچہ ایمان کی قیمت پہچاننے کا امتحان و معیار ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں محاسبہ کریں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کا ہمارے ہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال افراد کے

پیمانہ پر خاندان کے پیمانہ پر، برادری کے پیمانہ پر، معاشرہ کے پیمانہ پر، محلّہ کے پیمانہ پر، قصبہ کے پیمانہ پر، ملت کے پیمانہ پر، ہماری آئندہ نسل ہمارے بعد کس راستے پر چلے گی وہ کس گروہ وملت کی پیرو ہوگی کس کی پرستش کرے گی کن عقائد کو مانے گی یہ اللہ واحد کی پرستار رہوگی ؟ یا سینکڑوں ہزاروں لاکھوں خداؤں اور دیوتاؤں کی۔

۴۲- بیالیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بری عادتوں سے دور رکھیں اچھی خوبیوں کی عادت ڈالیں برائیوں کو بچوں کے سامنے ظاہر کرکے بچوں کو ان خراب عادتوں سے نفرت دلاتے رہیں خوبیوں اور اچھی باتوں پر شاباشی دے کر ان کا حوصلہ بڑھائیں بچوں کی ہر ضد پوری کرنی بھی حماقت ہے اپنی اولاد کو فضول خرچی سے منع کریں کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ [1]

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

فضول خرچی سے بچوں کا مزاج بگڑتا ہے اور وہ ضدی ہوجاتے ہیں اور یہ بچپن کی عادت عمر بھر نہیں چھوٹتی بچوں کے ہاتھوں غرباء ومساکین کو کھانا کھلوایا کریں اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں بچوں کے ہاتھ سے اس کے بھائی بہنوں کو یا دوسرے بچوں کو دلوایا کریں تا کہ وہ سخاوت کے عادی ہوں اور خودغرضی اور نفس پروری کی عادت نہ پیدا ہو چیخ کر بولنے اور جواب دینے سے ہمیشہ بچوں کو روکیں اور بچیوں کو تو خاص طور پر ورنہ بڑے ہونے کے بعد بھی یہی عادت رہے گی اور میکے اور سسرال دونوں جگہ سب کی نظروں میں منھ پھٹ اور بدتمیز کہلائیں گی۔

[1] بنی اسرائیل: ۲۷

۴۳- تینتالیسواں حق یہ ہے کہ اگر بچہ کہیں سے کسی کی کوئی چیز اٹھا لائے چاہے اس کی کوئی اہمیت نہ ہو اس پر سختی سے ایکشن لیں سب گھر والے خفا ہوجائیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ فوراً اس چیز کو جہاں سے لایا ہے اسی جگہ رکھ آئے چوری سے نفرت دلانے کے لئے اسے بتائیں کہ چوری کرنے کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے تا کہ بچوں کے ذہن میں اچھی طرح یہ بیٹھ جائے کہ پرائی چیز لینا چوری ہے اور چوری بہت ہی برا کام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [1]

چوری کرنے والے مرد یا عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے۔

حدیث میں ہے چوری ایمان کے منافی ہے:

"لا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن" [2]

چور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا ہے۔

۴۴- چوالیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو وصیت کریں کہ غصہ نہ کریں یعنی اگر غصہ آجائے تو پی جائیں اور لوگوں کو معاف کردیا کریں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [3]

اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اور اللہ ایسے ہی نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

غصہ حرام ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] المائدہ: ۳۸
[2] بخاری ص: ۴۱۴
[3] آل عمران: ۱۳۴

"عن ابی هریرة ان رجلا قال للنبی ﷺ أوصنی قال لا تغضب مردود مرارا قال لا تغضب"[۱]

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے وصیت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا غصہ نہ کر اس نے یہی بات بار بار دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا غصہ نہ کر۔

غصہ کے وقت خاموشی بہترین علاج ہے:

"عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ وہ خاموش رہے"[۲]

وضو کرنا بھی غصہ کا معقول ترین علاج ہے:

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
پہلوان وہ نہیں ہے جو طاقتور ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے"[۳]

۴۵- پینتالیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من رأى منكم منكراً فليغيّره بيده"[۴]
تم میں جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔

نیکی کا حکم دینا اور برائی روکنا ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اس فریضہ سے غفلت ایمان میں کمی کا باعث ہے اور قرآن مجید کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے خیر امت ہونے کا انحصار بھی اس فریضے کی ادائیگی پر ہے اللہ

---

۱ صحیح بخاری فی الادب باب الحذر من الغضب رقم الحدیث: ۵۷۶۵
۲ احمد: ۲۳۹/۱، ۲۸۳، ۳۶۵ والبخاری فی الادب المفرد: ۲۴۵، ۱۳۲۰، حسنہ الالبانی فی الصحیحۃ: ۳۶۳/۳
۳ البخاری: ۵۱۸/۱۰، وصحیح مسلم: ۲۶۰۹
۴ صحیح مسلم الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان ...... رقم الحدیث: ۴۹

تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾[۱]
تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اگر برائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو وہ زبان سے روکے اسکی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں ضرور برا محسوس کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالك اضعف الايمان"[۲]
اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل میں اسے ضرور برا سمجھے۔

۴۶- چھیالیسواں حق یہ ہے کہ والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو فضول خرچی سے محفوظ رکھنے کے لئے خود فضولیات سے دور رہیں کیونکہ اسراف و تبذیر سے تنگی پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾[۳]
اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔

فضول خرچی چوری دھوکہ دہی ان جیسی دسیوں بری عادتوں کی جڑ ہے اس لئے والدین اپنی اولاد کی نگرانی کریں انہیں جیب خرچ کے لئے اتنے پیسے دیں کہ اولاد کو محرومی کا احساس نہ ہو اور نہ اتنے زیادہ دیں کہ وہ فضول خرچی کا شکار ہو جائیں

---

۱ آل عمران: ۱۱۰
۲ صحیح مسلم الایمان باب کون النہی عن المنکر من الایمان رقم الحدیث: ۴۹
۳ بنی اسرائیل: ۲۹

بچوں میں والدین اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کا احساس پیدا کریں تو بچے نہ صرف آئندہ اپنی زندگی میں ان برے کاموں سے دور رہیں گے بلکہ صداقت وشجاعت کی ایک مثال بن جائیں گے۔

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ نے جب راجا داھر کی فوج کو شکست دے کر سندھ کو فتح کرلیا تو اہل سندھ نے اس اسلامی فاتح کو دیوتا قرار دیا ان کا مجسمہ تراش کر عبادت کرنے لگے کاش مسلمان برصغیر ہندو پاک میں آٹھ سو برس دور اقتدار میں ان اسلامی تعلیمات پر عمل کئے ہوتے تو شاید آج ہندوستان ایک عظیم مسلم ملک ہوتا۔

۴۷- سینتالیسواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بخیلی اور کنجوسی کی عادت نہ ڈالیں اور خود بھی اس بری عادت سے کوسوں دور رہیں اولاد میں بگاڑ کے اہم اسباب میں سے ایک باپ کی کنجوسی اور بخیلی ہے باپ کھاتا پیتا اور مالدار ہو لیکن اپنی اولاد کے ساتھ کنجوسی کا رویہ اپناتا ہو تو گویا وہ اپنی بیوی بچوں کو ازخود چوری کرنے پر مجبور کر رہا ہے چاہے اس کے گھر سے کریں یا باہر سے حالانکہ بیوی بچوں کے نان ونفقہ پر خرچ کرنا بھی ایک عبادت ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے مرد کی بخیلی کا تذکرہ کرتے ہوئے محمود مہدی استنبولی تحریر فرماتے ہیں:

"ایک عورت اپنے شوہر سے جھگڑا کر رہی تھی کیونکہ وہ خرچ دینے میں حد سے زیادہ تنگی کرتا تھا عورت نے کہا اللہ کی قسم چوہے بھی صرف وطن کی محبت کے سبب اس گھر میں پڑے ہوتے ہیں ورنہ خوراک انہیں پڑوس کے گھروں سے مل جاتی ہے"

شوہر کی بخیلی اور اخراجات میں سخت گیری کا ایک واقعہ علامہ ابن الجوزی اپنی کتاب الاذکیاء میں لکھا ہے کہ:

"حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور ایک دوسرے نوجوان کا منگی کا پیغام ایک ہی

وقت میں ایک عورت کے پاس پہونچا نوجوان خوبصورت تھا عورت نے دونوں کو طلب کیا اور کہا تم دونوں نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے لہذا میں سنے اور دیکھے بغیر کسی کو کوئی جواب نہیں دوں گی اس لئے اگر چاہو تو فلاں وقت حاضر ہو جاؤ دونوں منگیتر مقررہ وقت پر آئے عورت نے دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکتی تھی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی نظر نوجوان پر پڑی اور اس کا حسن وجمال اور اس کی حالت دیکھی تو آپ رشتہ سے مایوس ہوگئے اور یقین کرلیا کہ عورت اسی نوجوان کو پسند کرے گی آخر آپ کو ایک تدبیر سوجھی آپ نوجوان کی طرف مڑے اور اس سے کہا کہ تم حسن وجمال اور قوت گویائی سے مالا مال ہو اس کے سوا بھی تمہارے پاس کچھ ہے اس نے کہا ہاں پھر اس نے اپنی مزید خوبیاں گنوائیں پھر چپ ہوگیا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا حساب کتاب کیسا رکھتے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے حساب میں کوئی چیز باقی رہنے نہیں دیتا اور رائی کے برابر بھی کوئی چیز بچ رہتی ہے اسے بھی وصول کرلیتا ہوں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں تھیلی بھر کر گھر کے کونے میں رکھ چھوڑتا ہوں اور گھر والے جس قدر چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور جب دوبارہ روپیہ طلب کرتے ہیں تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ پہلا روپیہ ختم ہوگیا ہے عورت نے اپنے دل میں کہا اللہ کی قسم حساب کتاب نہ لینے والا یہ بوڑھا اس نوجوان سے بہتر ہے جو رائی کے دانے برابر چیز بھی چھوڑنے کا نام نہ لے اس کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے اس عورت نے شادی کرلی۔"[۱]

سلف صالحین کے چند واقعات:- آیئے سلف صالحین کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں کہ ان سلف صالحین کو اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی کس قدر فکر تھی ان واقعات کی روشنی میں اپنی تعلیم وتربیت اور سیرت وکردار کا جائزہ لیں اور اس کی روشنی میں اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔

پہلا واقعہ:- حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ بیت المال میں نارنگیاں

[۱] تحفۃ العروس ص:۴۴۶

آئیں حضرت حسنؓ و حسینؓ بھی موجود تھے ایک نارنگی انہوں نے لے لی حضرت علیؓ نے دیکھا تو ان سے چھین لیا اور مسلمانوں میں اسے تقسیم کر دیا۔[1]

دوسرا واقعہ:- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک کامیاب و مثالی خلیفہ رہے اور بنی امیہ نے جب سارے ملک میں عدل و انصاف اور امن و امان و خوشحالی کا دور دورہ اور سرحدیں محفوظ دیکھیں تو ان کو ایک ہی صورت سمجھ میں آئی کہ زہر دے کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے چنانچہ منصوبہ کے تحت ان کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا اور اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں آخری وقت کا سین دردناک اور باعث صدرشک ہے جب کہ عمر ثانی نے اپنے چودہ بچوں کو جو سبھی نابالغ تھے حاضری کا حکم دیا چودہ نابالغ بچے باپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک حسرت انگیز نظر ان کے چہروں پر ڈالی اور فرمایا کہ یہ نابالغ بچے ہیں مگر ان کے پاس پیسے نہیں پھر فرمایا کہ اے بیٹو! مجھ کو اختیار دیا گیا کہ میں ناجائز مال سے تمہارا دامن بھر دوں اور جہنم میں جاؤں یا تم کو غریب چھوڑ جاؤں اور اللہ کی رضا حاصل کروں مگر میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اگر تم نیک رہو گے تو تمہارا مددگار اور والی اللہ تعالیٰ ہے تم کو اس کے سپرد کیا۔

آپ کے انتقال کے وقت جب آپ کے اعزہ نے کہا:

”انك لتترك ولدك عالةً على الناس فاوص بهم لم تمولهم شيئا ولم تعطهم“

آپ کے اولاد کی پرورش کون کرے گا کیونکہ ان کو آپ نے نہ کچھ مال دیا اور نہ کوئی عطیہ جاگیر وغیرہ دیا تو ان کے بارے میں کچھ وصیت فرماتے جایئے فرمایا:

[1] ازالۃ الخفاء بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

”ان ولدی لهم الله الذی نزل الکتاب وهو يتولی الصالحين“[1]

یعنی میرے بچوں کا والی اور محافظ اللہ ہے جو صلحاء امت کا ہمیشہ والی اور محافظ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”جب لوگوں نے مرض الموت میں آپ کی اولاد کا تذکرہ کر کے کہا: ’ترکتم فقراء لا شی لهم“ اپنی اولاد کو فقیر بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں آپ نے اپنی تمام اولاد کو طلب فرمایا یہ چودہ صاحبزادے تھے اس میں کوئی بالغ نہ تھا ان کو اس حال میں دیکھ کر آپ اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے:

”یا بنی والله لم اکن بالذی اخذ اموال الناس فادفعها اليكم“

میرے صاحبزادو! میں نے تمہارا کوئی حق نہیں لیا ہے اور یہ مجھ سے ممکن نہ تھا کہ بیت المال کا مال جس میں عام مسلمانوں کا حق ہے کسی ترکیب سے لے کر تمہیں دے دیتا ان الفاظ کے بعد فرمایا میرے بچواب میرے پاس سے جاؤ۔

اس موقعہ پر مسلیمہ بن عبدالملک موجود تھے انہوں نے کہا کہ امیر المومنین میں اپنی مرضی سے چالیس ہزار دینار آپ کے بچوں کو دیتا ہوں عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ:

”ہماری اولاد کو ناجائز آمدنی کی ضرورت نہیں جن سے تم نے اتنی بڑی رقم حاصل کی ہے انہیں کو واپس کر دو“

مسیلمہ نے کہا:

”ترکت فی الصالحين ذكراً“

آپ نے نیک لوگوں میں عمدہ ذکر چھوڑا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ بنو امیہ کے ایک جلیل القدر عالم کا مشاہدہ لکھتے ہیں:[2]

[1] احیاء العلوم ج:۳ ص:۲۲۸

[2] السیاسۃ لشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ ص:۵ بحوالہ خلافت راشدہ ص:۱۳۸

''اگر چہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے اولاد کو اپنے باپ کے ترکہ سے صرف اٹھارہ اٹھارہ درہم فی کس ملا تھا ایک درہم چار آنے کا ہوتا ہے اس حساب سے ہر بچہ کو چار روپیہ پچاس پیسے ترکہ ملا مگر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کا عدل وانصاف امانت ودیانت اور اللہ تعالی کی نگرانی وحفاظت کا یہ اثر تھا کہ ان کے بچے غنی وخوشحال تھے بعض بعض اولاد تو اتنے مالدار اور ایسے سخی ہوئے کہ غازیان اسلام کو سوسو گھوڑے مفت دیتے تھے اور اس کے برخلاف بعض خلفاء کی اولاد کو دیکھا کہ باپ کے ترکہ سے ایک ایک لڑکے کو چھ چھ لاکھ دینار ملا تھا لیکن چند روز بعد دیکھا گیا کہ وہ لوگوں کے دروازے پر بھیک مانگتے پھرتے تھے۔''

تیسرا واقعہ:- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ مدینہ منورہ میں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی حضرت صالح بن کیسان ان کے اتالیق تھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے دور طالب علمی میں ایک بار نماز میں تاخیر کی صالح بن کیسان نے اس تاخیر کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ بال سنوارنے میں تاخیر ہوگئی فرمایا تو اب بالوں کی آرائش کو نماز پر ترجیح دیتے ہو؟ پھر ان کے والد عبدالعزیز بن مروان کو اس کی خبر دی تو انہوں نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا اور حکم دیا کہ پہنچتے ہی اس کے سر پہلے مونڈ وا دو چنانچہ اس نے آکر ان کے سر مونڈوائے پھر اس کے بعد بات کی۔ ۱؎

چوتھا واقعہ:- یہی عمر بن عبدالعزیز ہیں جو اپنے دور خلافت میں ایک دفعہ سیب تقسیم کر رہے تھے ان کا ایک ننھا سا بچہ آیا اور ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا انہوں نے سیب اس کے ہاتھ سے سختی سے چھین لیا بچہ روتا ہوا ماں کے پاس آیا تو ماں نے بازار سے سیب منگا کر اس کو دیا جب عمر بن عبدالعزیز گھر میں تشریف لائے اور سیب کی خوشبو محسوس کی تو فرمایا کہیں سرکاری سیب تو گھر میں نہیں آگیا ان کی بیوی نے کہا کہ بچہ

۱؎ سیرت عمر بن عبدالعزیز للندوی:ص:۵۵

بہت رو رہا تھا تو بازار سے سیب منگا کر دیا ہوں فرمایا میں نے سیب اپنے لخت جگر سے چھینا تھا لیکن مجھے یہ پسند نہ آیا کہ اللہ کے سامنے مسلمانوں کے سیب کے لئے اپنے کو برباد کروں۔ ۱؎

پانچواں واقعہ:- قاضی شریح رحمہ اللہ ایک دن نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے ایک چھوٹے سے لڑکے کو جماعت سے غائب پایا گھر آکر دیکھا وہاں بھی موجود نہ تھا ایک آدمی اس کی تلاش کے لئے بھیجا جب وہ اسے ڈھونڈھ کر لایا تو قاضی صاحب نے پوچھا تم نے اسے کہاں پایا؟ اس نے بتایا کہ چند لڑکوں کے ساتھ کتا لڑا رہے تھے لڑکے سے پوچھا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا ابھی نہیں اس آدمی سے کہا ''اذهب به المودب'' اس کو استاذ کے پاس لے جاؤ اور استاذ کے نام ایک رقعہ لکھا

ترك الصلاة لا كلب يسعىٰ لها ۔۔۔ طلب الهراش مع الفواد الرجس

فاذا همت بضربة فداوة ۔۔۔ اذا ضربت بها ثلاثا فاحبس

یعنی اس لڑکے نے کچھ بدقماش وگمراہ لڑکوں کے ساتھ کتا لڑانے میں نماز ترک کر دی ہے لہذا آپ کوڑے سے اس کی پٹائی کیجئے مکرر سہ کرر پٹائی کے بعد اسے قید خانہ میں ڈال دیجئے۔ ۲؎

چھٹا واقعہ:- ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عید کے دن اپنے ایک بچہ کو بوسیدہ لباس پہنتے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے بیٹے نے پوچھا ''ما يبكيك يا امير المومنين'' امیر المومنین یہ آنسو کیوں؟ فرمایا: ''أخشى ان ينكسر قلبك اذا رأك الصبيان بهذا الثوب الخلق'' لخت جگر اس لئے رو رہا ہوں کہ آج بچے تمہیں بوسیدہ لباس میں دیکھیں گے تو شاید تمہارا دل ٹوٹ جائے

۱؎ سیرت عمر بن عبدالعزیز للندوی ص:۵۵
۲؎ صفوة الصفوة لابن الجوزی ص:۷۶

بچے نے جواب دیا یا امیر المؤمنین:

’’انما ینکر قلب من أعدمه الله رضاه أوعق امه و أباه و انی لأرجو أن یکون الله تعالی راضیاً عنی برضاك‘‘

ابا جان دل تو اس کا ٹوٹنا چاہئے جسے اللہ تعالی نے اپنی رضا سے محروم کر رکھا ہے یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے خوش ہوگا اس لئے آپ مجھ سے خوش ہیں۔

یہ جواب سن کر آپ نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا۔[1]

سرپرستوں کی ذمہ داری:- موجودہ نظام تعلیم جو اس وقت ہمارے ملک میں رائج ہے انتہائی تشویشناک پیچیدہ اور خطرناک ہے آئندہ نسلوں کی ضمانت اور ایمان کی حفاظت کیسے ہو؟ یہ ایک اہم سوال ہے موجودہ تعلیمی انقلاب اور معنوی نسل کشی سے ملت اپنے ماضی ہی سے نہیں وہ اپنے دین سے اپنے دینی حقائق وعقائد سے نہ صرف یہ کہ بیگانہ ہو رہی ہے پرائمری اسکولوں کے بچے بتاتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے ہم سے کہا جارہا ہے کہ اورنگ زیب ظالم تھا اور جب تک ایک من جنیو جلا نہیں دیتا تھا اس وقت تک ناشتہ نہیں کرتا تھا اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے اس دنیا کا کارخانہ دیوی دیوتا چلاتے ہیں یہ سرکاری اسکول میں پڑھایا جاتا ہے مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا یہ سازش رچی جارہی ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے مسلمان اور برادران وطن کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہ جائے ان کا رہن سہن بود وباش طرز معاشرت تہذیب وکلچر وہی ہو جو غیر مسلموں کا ہے وقت کا تقاضا ہے کہ ایسے آزمائشی حالات میں اپنی نسل کی فکر کریں اور اپنی اولاد کو اخلاقی و مذہبی تعلیم وتربیت سے مزین کریں جس کے ذریعہ ہمارے بچے اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

۱ تربیۃ الاولاد فی الاسلام للشیخ عبداللہ ناصح علوان ص:۲۳۴

جسے فضول سمجھ کر بجھا دیا تم

وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

اولاد کی غلط تعلیم وتربیت کے چند واقعات:- اولاد سے پیار ومحبت ضروری ہے لیکن بے جا لاڈ پیار انہیں بدخلق سرکش نافرمان بنا دیتا ہے اولاد کی ہر جائز وناجائز فرمائش پوری کرنا انہیں ہر جگہ آنے جانے کی کھلی چھوٹ دینا اور ان کی ہر غلط حرکت کو یہ کہتے ہوئے برداشت کرنا کہ ابھی تو بچہ ہے جب بڑا ہوگا تو سدھر جائے گا اس کا نتیجہ معاشرہ میں لڑکوں کے انحراف اور لڑکیوں کا ماں باپ اور اسلامی اقدار سے بغاوت کی شکل میں سامنے آتا ہے والدین جب بچوں میں سرکشی محسوس کریں تو انہیں نرمی اور پیار ومحبت سے نصیحت کریں اور تربیت کا پیارا انداز اپنائیں جب اس کا فائدہ نہ ہو تو ان سے اظہار ناراضگی کے طور پر بات چیت نہ کریں جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی عادت مبارکہ تھی:

حضرت عبداللہ بن مغفل نے اپنے ایک رشتہ دار کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے منع کیا:

’’انها لا تصید صیدا و لا تنکأ العدوا لکنها تفقأ العین و تکسر السن‘‘[1]

یعنی اس سے نہ شکار مارا جاسکتا ہے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے لیکن یہ حرکت (کسی بھی راہ گیر) کی آنکھ پھوڑ سکتی ہے۔

لیکن اس نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے یہی حرکت دوبارہ کی تو فرمایا:

’’أحدثك ان رسول الله ﷺ نهی عنه ثم عدت تخذف لا اکلمك ابدا‘‘[2]

۱ صحیح بخاری کتاب الذبائح والصید باب الخذف والبندقة

۲ حوالہ مذکور

میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ نے اس سے روکا ہے اور تو دوبارہ یہی حرکت کر رہا ہے میں تجھ سے بات نہیں کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی:

''لا تمنعوا اماء الله عن المساجد''

اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو نماز کے لئے مسجد جانے سے نہ روکو۔

آپ کے ایک لڑکے نے اس کی مخالفت کی اور موجودہ حالات کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم ہم انہیں مسجد جانے سے ضرور روکیں گے۔ یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زندگی بھر اپنے لڑکے سے بات نہیں کی۔

جب اس طرح کی سزائیں بھی کارگر نہ ہوں تو پھر باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے لئے انہیں جسمانی سزا دے لیکن خیال رہے کہ یہ مار برائے تربیت ہو نہ کہ برائے مار بلکہ مارنے سے زیادہ ڈرانے کے پہلو پر عمل کرے اور ایسی مار نہ مارے جس سے جسم پر زخم ہو جائے اور چہرے پر نہ مارے۔

اسلاف کرام کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نمایاں مقام پر کوڑا لٹکائے رہتے تھے تاکہ بچوں میں کسی بے ادبی بدتمیزی اور سرکشی پر گرفت کا احساس ہو

اپنی اولاد کو بری صحبت سے بچاؤ:— والدین کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کو بے جا لاڈ پیار میں خراب نہ کریں اور غلط اوباش بدمعاش لوفر غنڈے اور بری صحبت کے شکار لڑکوں سے دور رکھیں بلکہ اولاد کو ہدایت کرتے رہیں کہ وہ اپنا دوست ساتھی ایسے لڑکوں کو بنائیں جو شریف نیک باخلاق ہوں آپ ﷺ نے فرمایا:

''مومن کی صحبت اختیار کرو اور تمہارا کھانا نیک شخص ہی تناول فرمائے''

حضرت علیؓ کا قول ہے:

''أياك وقرين السوء فانه كالسيف المسلول يروق منظره و

يقبح اثره''

بروں کی صحبت سے بچو کیونکہ برا آدمی دراصل ننگی تلوار ہے جو بظاہر حسین مگر نتیجہ کے اعتبار سے نہایت خطرناک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الرجل على دين خليله فلينظر احدكم يخالل''[1]

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

دوست سے مراد سفر وحضر خوشی وغمی کا ایسا ساتھی ہے جو ہر حالت میں اس کے ساتھ رہتا ہو اور اس کی مدد کرتا ہے یہ دوست نیک دیندار اور پرہیزگار ہوگا تو اس کی صحبت کے اثر سے دوسرا شخص بھی نیک اور پرہیزگار بن جائے گا اور اگر اس کے برعکس وہ بدچلن اوباش آوارہ لفنگا اور بدکردار ہوگا تو اس کے برے کردار کا اثر اس کے ساتھی پر بھی پڑے گا اور اسے بگاڑ کر رکھ دے گا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس کو جیسی صحبت میسر آتی ہے وہ اسی رنگ و بو میں رنگ جاتا ہے ایک شرابی کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا شرابی چور کے ساتھ رہنے والا چور اور بے حیاء کا ہم نشیں بے حیاء بن جاتا ہے بقول مولانا رومی ؎

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

نیک آدمی کی صحبت تجھے نیک اور برے آدمی کی صحبت تجھے برا بنا دے گی شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

پسر نوح بابداں بنشست　　خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند　　پئے نیکاں گرفت مردم شد

حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا بروں کی صحبت میں بیٹھا تو اپنے خاندان نبوت کے شرف سے محروم ہو گیا اور اصحاب کہف کا کتا چند روز نیک لوگوں کے

[1] أبوداؤد ترمذی بحوالہ صحیح الجامع رقم الحدیث: ۳۵۴۵

ساتھ رہا تو اس کا شمار مردوں میں ہو گیا۔

اس بات کو ہمارے محمد عربی ﷺ نے بڑے حکیمانہ انداز میں ایک مثال کے ذریعہ سے اس طرح واضح فرمایا:

’’نیک ہم نشیں اور برے ہم نشیں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کستوری بیچنے والا اور لوہار کی بھٹی ہے کستوری والے سے ایک چیز تجھے ضرور حاصل ہوگی یا تو تو اس سے کستوری خرید لے گا یا کم از کم اس کی خوشبو سے تیرا مشام جاں ضرور معطر ہوگا اور لوہار کی بھٹی تیرے گھر یا تیرے کپڑے کو جلا دے گی یا نہیں تو اسکی سخت بدبو سے تیرا دماغ ضرور تکلیف محسوس کرے گا‘‘۔[1]

ضرورت ہے کہ ہم اور ہماری اولاد بری صحبت سے بچیں اور نیک خصلت لوگوں کی صحبت اختیار کریں جو اطاعت الٰہی کے لئے معاون ہوتی ہے پاکیزہ اور متقی پرہیزگار کی صحبت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا بھی اسی بارے میں تھی:

’’وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین‘‘
اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کردے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا:

’’لوگوں کے ساتھ سچ کو لازم پکڑو خوش حالی میں وہ تمہارے لئے زینت اور مصائب میں توشہ خیر ہوں گے اپنے بھائی کے معاملہ میں احسان کو لازم پکڑو دشمنوں سے علیحدگی اختیار کرو فاجر سے دوستی نہ کرو ورنہ تم اس کے فسق و فجور کو سیکھ لو گے اپنے راز کو اس کے سامنے ظاہر نہ کرو اور اپنے امور کے بارے میں اللہ سے ڈرنے والوں سے مشورہ طلب کیا کرو۔‘‘

ملت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو بگڑا نہ ہو ہماری تعلیم اور اخلاقی تربیت کا یہ حال ہے کہ معلوم نہیں کتنے بچے اور بچیاں دیو مالائی نظام تعلیم کے دلدل میں پھنسے

---

[1] صحیح بخاری البیوع باب فی العطار و بیع المسک ص:۵۸

ہوئے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ ذیل کے واقعات ہمارے لئے درس عبرت و تازیانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ موجودہ مخلوط تعلیمی نظام اسکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کا ماحول اچھے سے اچھے گھرانے کی لڑکیوں کے اخلاق و عادات تو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے شاید اسی لئے ستر سال قبل مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

پہلا واقعہ:- جناب مولانا مختار احمد ندوی حفظہ اللہ اپنے ماہنامہ مجلۃ البلاغ، ممبئی کے کالم ’’بہتے آنسو‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’یہ ایک سرکش باغی لڑکی کی داستان ہے جو سارے والدین کے لئے درس عبرت ہے یہ لڑکی اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی تھی اچھے رنگ و روپ اور ناک و نقشے کی مالک تھی والدین کی لاڈ و پیار نے اسے حد سے زیادہ آزاد اور آوارہ بنا دیا تھا کالج کے بے راہ رو لڑکوں کی یہ منظور نظر تھی کالج کے تمام تفریحی اور شوشل تقریبات میں یہ کلیدی کردار کی مالک تھی مسلسل امتحانات میں فیل ہونے کی بناء پر کالج سے نکلنے پر مجبور ہوئی تو والدین نے اسے گھر پر رہنے کی تاکید کی اور آوارہ گردی چھوڑنے کے لئے سختی کیا تو اس نے خودکشی کی دھمکی دی اور صاف کہہ دیا کہ اگر میری ذاتی زندگی میں دخل دیا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی اور اس طرح سارے خاندان کو تباہ کر کے رکھ دوں گی جیسے جیسے والدین نے سختی کی حالات بگڑتے گئے اور اس کے ساتھیوں کے دھمکی آمیز فون گھر پر آنے لگے اب لڑکی کئی کئی دن گھر سے غائب رہنے لگی اور اب اسے نشے کی بھی عادت پڑ چکی تھی اچانک گھر سے قیمتی اشیاء غائب ہونے لگیں مجبورا اسے ایک کمرے تک رہنے پر مجبور کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی نے اپنے دوستوں کے ذریعہ بوڑھے والدین کو نکال کر گھر پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی والدین نے پولس سے اپنی حفاظت کے لئے مدد طلب کی پولس ابھی لڑکی اور والدین کے درمیان بیچ بچاؤ کی تدبیر سوچ ہی رہی تھی کہ رات کو لڑکی نے

اپنے دوستوں کو لے کر رات گھر پر قبضہ کرلیا والدین اپنی اکلوتی لڑکی کو قانون کے حوالہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہی ان کی زندگی کی آخری نشانی تھی بالآخر انہوں نے لڑکی سے منت سماجت کر کے گھر کے ایک کونے میں پناہ لینے کی فریاد کی لیکن لڑکی نے اس شرط پر انہیں رہنے کے لئے تیار ہوئی کہ پورا گھر اس کے نام منتقل کر دیا جائے اور مہمان کی طرح اپنی زندگی کے بقیہ ایام یہاں چپ چاپ گذار دیں مرتا کیا نہ کرتا انہوں نے ساری جائداد لڑکی کے نام منتقل کر دیا اور بہتے آنسو کے ساتھ لاوارث بوڑھوں کے لئے بنائے گئے حکومت اولڈ ہاؤس میں جا کر پناہ لی۔''[۱]

دوسرا واقعہ:- پچپڑوا بازار ضلع بلرام پور کے تھانہ میں ایک مسلمان تھانیدار تعینات تھے ایک روز تھانیدار نے اپنے صاحبزادہ کا ایک خط اسکول سے آیا ہوا سنایا تھانیدار نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ:

''نمستے شری رام چندر جی کے ایشم کرپا سے میں کشل منگل ہوں۔''

اس خط کو سن کر ان کے ساتھ کے کانسٹبل نے کہا کہ تھانیدار صاحب آپ نے نہ معلوم اس کو کیونکر برداشت کرلیا میرا بھی ایک لڑکا سرکاری اسکول میں پڑھ رہا تھا ایک دن وہ گھر پر آیا اور نہانے لگا نہاتے وقت جب بدن پر اس نے پانی ڈالا تو کہنے لگا:

''ہر ہر گنگا'' مجھ سے ضبط نہ ہو سکا تو میں نے پیر سے جوتا نکال کر اس کے سر پر مارا کہ کم بخت یہ ''ہر ہر گنگا'' کیا کرتا ہے اب میں تم کو نہیں پڑھاؤں گا تو بھی میری طرح جاہل رہے گا تو اچھا ہے پڑھ لکھ کر تو ہر ہر گنگا نہیں کرے گا۔

تیسرا واقعہ:- بھارت سرکار کے ہائی اسکول اور کالجوں میں پڑھنے والے مسلم طلبہ کا یہ حال ہے کہ ایک دن قاضی محمد عدیل عباسی بانی دینی تعلیمی کونسل نے اپنے بھانجے سے پوچھا نبی ﷺ کے کتنے فرزند تھے؟ وہ اور دیگر طلبہ بھی جواب نہ دے سکے اور

[۱] ماہنامہ البلاغ ممبئی بابت ماہ جنوری ۲۰۰۱ء

خاموش ہو رہے لیکن جب پوچھا کہ شری رام چندر جی کے کتنے لڑکے تھے تو فوراً جواب دیا دو بیٹے لو اور کشن۔[۱]

چوتھا واقعہ:- الہ آباد کے ایک پروفیسر نے کہا کہ میں نے ہائی اسکول میں تعلیم پانے والے مسلمان بچوں سے سوال کیا کہ چار مشہور آسمانی کتابیں کون کون سی ہیں تو کسی نے کہا حضرت توریت حضرت طالوت حضرت جبرئیل حضرت عزرائیل۔

ظاہر ہے کہ یہ جواب بالکل غلط تھا اسی طرح دوسرے مسلمان بچوں کا جواب بھی غلط تھا میرا دوسرا سوال تھا کہ نکیرین کون ہیں ظاہر ہے کہ قبر میں دو فرشتے جو ہر مردہ سے سوال کرتے ہیں ''مَنْ رَبُّكَ مَا دِيْنُكَ وَمَنِ الَّذِیْ بَعَثَ فِيْكُمْ'' انہیں کا نام منکر نکیر ہے لیکن یہ طلبہ جو دینی تعلیم وتربیت اور دینی ماحول سے یکدم بیگانہ تھے صحیح جواب نہ لکھ سکے ہر ایک نے غلط جواب لکھا ایک بچے نے تو لکھا کہ نکیرین سے ایک آدم مراد ہیں اور ایک محمد ﷺ ہیں ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلمان بچے دینی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کا غلط تہذیب غلط ماحول نے ان کے ذہنوں کو مسموم کر کے رکھ دیا ہے ایسے ماحول میں پلنے والے بچے دین وملت کی کیا خدمت انجام دے سکتے ہیں یہ حال ہے ہمارے بچوں کا! آیئے چند واقعات ان بزرگوں کے بھی سنتے چلیں جو ہندو تہذیب اور ہندی ماحول میں گرفتار ہیں۔

پانچواں واقعہ:- ایک بار ایک صاحب کے یہاں آلھا سننے کی محفل کا انتظام کیا جا رہا تھا بوڑھے بچے جوان نو جوان اپنی نیندوں کی قربانی دے کر رونق محفل بن رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد ٹیپ ریکارڈ اتنی تیز اور مکروہ آواز کے ساتھ حاضرین کی سمع خراشی کرنے والا تھا کہ ایک عالم دین کا گذر ہوا انہوں نے بمشکل تمام ماحول

[۱] بعنوان دینی تعلیم اور دینی ماحول نہ میسر ہونے کا بھیانک انجام ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

پر کنٹرول کرنے کے بعد آلھا کی جگہ ایک دینی کیسٹ لگا دی تا کہ لوگ دینی باتیں سنیں اور خالی ہاتھ واپس نہ جائیں مگر دینی کیسٹ کا لگانا تھا کہ ساری بھیڑ بھاڑ تھوڑی دیر میں وہاں سے ختم ہو چکی تھی ایک بزرگ صاحب جن کا اس مجلس کے رچانے میں اچھا خاصا رول تھا جب ان سے کہا گیا کہ جناب اگر آپ کو قصے کہانیاں اور لڑائیوں کی داستان ہی سننی ہے تو صحابہ کی زندگی کے حالات وواقعات سنئے غیروں کی گڑھی ہوئی کہانیوں اور من گھڑت افسانوں سے وہ لاکھ درجہ بہتر ہے مگر وہ صاحب کسی طرح سے راضی ہونے والے نہیں تھے دوران گفتگو عالم دین صاحب نے پوچھ لیا جناب آلھا اودل اور انیل کون تھے یہ آپ بخوبی جانتے ہیں مگر ذرا آپ یہ تو بتایئے کہ حضرت عمرؓ کو آپ جانتے ہیں آخر وہ کون تھے؟ بزرگ صاحب نے بڑے فاتحانہ انداز میں جواب دیا وہ تو پیغمبر تھے یہ بات صرف انہیں بزرگ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آج مسلم سماج کا ہر فرد انہیں بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار ہے اگر اس کے کسی فرد سے یہ پوچھئے کہ فلاں فلمی ایکٹر کون ہے کب اور کہاں پیدا ہوا؟ اس نے کتنی فلمیں بنائیں تو وہ آپ کو پوری سوانح حیات سنا دے گا مگر ان حضرات سے اگر یہ پوچھ لیا جائے کہ حضرت محمد ﷺ کون تھے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کون تھے؟ تو بیچارے سراپا خاموش بن جائیں گے اور کوئی جواب بھی نہ دیں گے اور اگر بمشکل تمام جواب دیں بھی تو وہ جواب اس بزرگ سے مختلف نہ ہوگا جس نے حضرت عمرؓ کو پیغمبر بتایا تھا۔

چھٹا واقعہ:- ایک نامہ نگار نے ہفتہ وار صدق جدید [1] لکھنؤ میں یہ بیان شائع کیا تھا کہ میں ایک صاحب کے یہاں گیا تھا میری نظر شادی کارڈ پر پڑی اوپر ہندی میں

[1] خادم دسمبر احمد انجمن قندھاری بازار لکھنؤ۔ صدق جدید ۵/ جولائی ۱۹۶۸ء

اور نیچے اردو میں لکھا تھا جب میری نظر اردو ہندی مضمون پر پڑی تو میں کانپ اٹھا کہ اسلام سے مسلمان کتنا دور اور شرک سے کتنا قریب ہو گیا ہے نقل کفر کفر نہ باشد ہندی عبارت میں درج تھا:

’’شری مہابیر سوامی کے نام
بھگوان مہابیر کے کرپا سے ہمارے یہاں دختر نیک اختر ....
منجانب حاجی ننھے والد باداللہ (عبیداللہ) حاجی حشمت گوکرن ناتھ کھیری سے ہو رہی ہے۔‘‘

زمانہ تیس چالیس سال میں کہاں سے کہاں پہونچ گیا ہے کاش ان دو حاجیوں کو کوئی بتا دیتا کہ ثواب حج تو الگ رہا تم مسلمان ہی اس مشرکانہ عقیدہ کے بعد کب رہے۔

ساتواں واقعہ:- قاضی محمد عدیل عباسی بانی دینی تعلیمی کونسل کا بیان [1] ہے کہ:

’’میں بستی کے الکشن میں ووٹ لینے کے لئے سرسیا پہونچا تو چودھری کرامت نے کہا کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں بانسی کے اٹھ بھجا پرشاد سے نہیں دبتا اس پر قاضی صاحب کے ساتھ جو سرکاری اردلی سپاہی تھا اس نے چودھری کو بڑھاوا دیا کیونکہ ووٹ لینا تھا تو اس پر اس نے کہا میں سچ کہتا ہوں میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں کیونکہ کالی مائی کا مجھ پر سایہ ہے۔‘‘

قاضی صاحب فرماتے ہیں محو حیرت ہو گیا اس کے گھر کے ایک گوشہ کی طرف گیا تو واقعتاً اس نے کالی مائی کا تھان بنا رکھا تھا۔

آٹھواں واقعہ:- قیام پاکستان سے پہلے جب لاہور میں بکثرت غیر مسلم آباد تھے ایک مخلوط محلّہ میں صبح صبح ایک ہندو عورت اپنے دیر تک سوئے رہنے والے لڑکے پر ناراض ہو رہی تھی اور پکار پکار کر کہہ رہی تھی:

[1] بیان قاضی صاحب در جلسہ کاس گنج مورخہ ۲۳/ جنوری ۱۹۶۸ء

"اے موہن لال تیرا ستیاناس تو بھی مسلمانوں کی طرح دن کے دس بجے تک سویا رہتا ہے۔"

خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں اب اگر والدین اپنی اولاد کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیں نماز کے لئے حکم دیں اور نماز میں سستی وغفلت پر ماریں خود بھی نماز کی پابندی کریں تو کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ ہم کو بطور مثال پیش کرے۔

یہ حقیقت ہے کہ اولاد کی تربیت کے باب میں ماں کا کردار باپ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ اہم ہے بچوں کے بننے بگڑنے میں ماں کا ہاتھ بہت حد تک کارفرما ہوتا ہے مثل مشہور ہے:

"ایک بگڑے باپ سے صرف ایک ہی نسل بگڑتی ہے مگر ایک غیر تربیت یافتہ ماں سے سات نسلیں گمراہی کے اندھیروں میں کھو جاتی ہیں۔"

فلاسفی ارسطو نے کہا تھا:

"مجھے ایک اچھی ماں دیدو میں تم کو ایک بہترین نسل دوں گا۔"

اور ایک عربی شاعر نے اسکی اہمیت کو یوں اجاگر کیا ہے

الام مدرسة اذا أعددتها   أعددت شعبا طيب الأعراق

یعنی ماں ایک درسگاہ ہے اگر اسے بنالو تو ایک اچھی قوم تیار ہو جائے گی۔

ہمارے اسلاف کی ماؤں نے اپنے اس منصب کو خوب سے خوب تر محسوس کیا اور اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھا۔

یہاں ہم چند ایسی خواتین سلف کا ذکر کرتے ہیں جن کا نام آج تک کتاب تاریخ وسیر میں محفوظ ہے ان میں سے ایک خاتون امام ربیعہ کی والدہ محترمہ ہیں امام موصوف رحمہ اللہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کے والد محترم فروخ ابو عبد الرحمٰن رحمہ اللہ خراسان کی جنگ کے لئے عازم سفر ہوئے اور تیس ہزار دینار بیوی کے

پاس چھوڑ گئے جب امام ربیعہ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اس شعور کو پہونچے تو ان کی والدہ محترمہ نے ان کو باپ کی غیر موجودگی کا ذرہ برابر احساس نہیں ہونے دیا اور نہ ان کی پرورش وپرداخت میں کوئی کمی واقع ہونے دی بلکہ ان کی ماں نے پیدائش کے اول وقت ہی سے بہتر تعلیم وتربیت کا نظم کیا اور علماء کبار ومحدثین کرام کے درس میں زانوئے تلمذ تہہ کرائی اور حصول تعلیم کی راہ میں تمام درہم ودنانیر خرچ کر کے اپنے بیٹے کو علم وہنر کے اعلیٰ مقام پر فائز کی۔

ایک وقت ایسا آیا کہ مسجد نبوی میں ان کا مسند درس لگتا اور مدینہ کے اشراف ان کے سامنے شاگردی کا زانو تہہ کرتے اور حصول تعلیم کی راہ میں تمام دراہم ودنانیر خرچ کر کے اپنے بیٹے کو علم وہنر کے اعلی مقام پر فائز کی کچھ کم وبیش ستائیس سال کے بعد جب ان کے والد محترم واپس آئے اور بیوی سے جمع شدہ تیس ہزار دینار کا مطالبہ کیا تو بیوی نے اپنے بیٹے کے علم وفضل کی طرف اشارہ کر کے شوہر کو حیرت میں ڈال دیا کہا کہ تجھے وہ دینار چاہئے جو تم میرے پاس چھوڑ گئے تھے یا وہ عز وشرف جاہ ومنصب جس پر تیرا بیٹا آج فائز ہے میں نے ساری رقوم تیرے بیٹے کی تعلیم وتربیت میں صرف کر دی ہیں شوہر نے بھی ایمانی انداز میں کیا ہی بہتر جواب دیا کہا" واللہ ما ضیعتہ "بخدا تم نے میرے مال کو ضائع نہیں کیا بلکہ اچھے ٹھکانے لگا دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو کون نہیں جانتا جس کی تالیف کی ہوئی بخاری شریف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا درجہ دیا گیا ہے آپ امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے ملقب ہوئے آخر امام عالی مقام کا اس مرتبہ پر فائز ہونے کا کیا راز تھا؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں ان کی ماں کی محبت وکوشش خلوص ومحبت کا کرشمہ نظر آئے گا جو راتوں کو نمازوں کے لئے اٹھتی اور اللہ سے رو رو کر فریاد کرتی کہ میرے بیٹے کو بینا

کردے یہ دنیا میں تیرے دین محمدیؐ کا خادم بنے گا جس پر اللہ تعالی نے ماں کی اس فریاد کو سنا اور امام بخاری کو بینائی عطا فرمائی پھر ماں نے ان کو مسلسل محدثین کرام کے درس میں بٹھایا جس کے نتیجہ میں آپ علم حدیث کے اس مینار پر جلوہ افرز ہوئے جسے آج تک کوئی انسان نہیں چھوسکا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عبقری شخصیت سے آخر کون واقف نہ ہوگا؟ اگر ان کی تعلیم وتربیت صدق وصفا پر نظر ڈالی جائے تو اس کے پردہ میں ایک تربیت یافتہ مصلح ماں نظر آئے گی جنہوں نے دشوار گذار کٹھن موقعوں پر بھی اس کا جادو چل گیا۔

امام شافعیؒ علامہ ابن تیمیہؒ، امام یوسف رحمہم اللہ اسی طرح امام غزالی شیخ سعدی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ جیسے اساطین علمائے دین یتیمی کے باوجود ان کی مثالی تربیت یافتہ علم دوست نیک فطرت ماؤں کی حسن تربیت کی بدولت آسمان علم پر شمس و قمر بن کر چمکے علامہ اقبالؒ نے بھی اپنی ماں کی تربیت کو کامیابی کا سبب بتایا ہے جس سے تربیت کے باب میں ماں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے فرماتے ہیں ؎

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

افسوس کہ مائیں اس میدان میں بے حس اور تربیت سے ناآشنا ہیں تو ان کے بچے کہاں سے ہونہار باکمال وظفریاب نکلیں گے سچ فرمایا کسی شاعر نے ؎

وهل يرجى الاطفال كمال   اذا ارتضوا ثدى الناقصات

یعنی ایسے بچوں سے کمال کی کیا امید کی جاسکتی ہے جو اپنی پھوہڑ ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ پئے ہوں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مائیں اپنے اس قیمتی سرمایہ کی دینی و اخلاقی و

سماجی تربیت کی طرف توجہ دیں تاکہ بچے مستقبل میں والدین کا بہتر سہارا سماج کا ہیرو اسلام کا سچا سپاہی بن سکیں۔

ہر ایک سے سوال ہوگا:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان الله سائل كل راع عما استرعاه حفظ ام ضيع حتى يسأل الرجل عن اهل بيته ''[1]

یقیناً اللہ ہر راعی سے اس چیز کے متعلق سوال کرے گا جس کا وہ راعی ہے کہ اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے رائیگاں کردیا تا آنکہ آدمی سے اس کے اہل خانہ کے متعلق بھی سوال ہوگا۔

نیز فرمایا:

''الا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته فالامام الاعظم الذى على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته والمرأة راعية على اهل بيت زوجها وولده وهى مسئولة عنهم و عبد الرجل راع على مال سيده وهو مسئول عنه الا فكلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته ''[2]

سن لو! تم میں کا ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا امام جو لوگوں کا حاکم ہے وہ نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا مرد اپنے گھر والوں اور اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کا نگراں ہے اور اس سے اس کے مال کے بارے میں پوچھا جائے گا (دوبارہ سن لو) تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

اولاد ہماری امانت ہیں والدین استاد اور ہر شخص جس کے زیر تربیت کوئی بھی

---

[1] ابن حبان (١٥٦٢)
[2] صحیح بخاری کتاب الاحکام باب قول اللہ تعالی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول: ١١٩/١٣ رقم الحدیث: ٧١٣٨

بچہ ہے انہیں ان کے ماتحتوں کی تربیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے باز پرس ہوگی اگر اچھی تربیت ہوگی تو تربیت یافتہ اور تربیت دینے والا دونوں دنیا وآخرت کی سعادت مندیوں سے بہرہ ور ہوں گے اور اگر تربیت دینے والے نے سستی اور کاہلی سے کام لیا تو پھر انجام بخیر نہ ہوگا اور ان کے ماتحتوں کا بوجھ بھی معلم مربی پر ہوگا تم میں سے ہر شخص با اختیار ہے اور ہر شخص کا جس جس پر اختیار ہے ان سب کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فوا الله لئن يهدى الله بك رجلاً واحداً خير لك من حمر النعم“[1]

اللہ کی قسم اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں (بہت قیمتی مال) سے بھی بہتر ہے۔

باپ کی ناقص تربیت کی شکایت: -ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ میرا کہا نہیں مانتا اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے بلا کر سمجھایا اور باپ کی فرماں برداری کی تلقین کی بیٹے نے کہا کہ باپ پر کچھ اولاد کا بھی حق ہے؟ امیر المومنین نے فرمایا کہ تین حقوق ہیں:

(۱) باپ کا فرض ہے کہ امت محمدیہ میں ترقی کے لئے نیک عورت سے شادی کرے۔

(۲) جب بچہ پیدا ہو تو اسکا اچھا نام رکھے۔

(۳) بچہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔

۱ صحیح بخاری کتاب الجهاد باب دعاء النبی الناس الی الاسلام: ۶/۲۱۱-۲۱۲ حدیث: ۲۹۴۲، ۳۰۰۹

بیٹے نے کہا امیر المومنین میرے باپ نے ان تینوں میں سے کوئی بھی حق ادا نہیں کیا۔

(۱) میری ماں ایک مجوسی ہے

(۲) اس کا نام کھٹل ہے۔

(۳) اس نے مجھ کو قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔

امیر المومنین باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تو اپنے بیٹے کی نافرمانی کا شکوہ لے کر آیا ہے حالانکہ تو نے خود اس کا حق تلف کیا ہے اور اس کے برے سلوک سے پہلے خود تو نے برا سلوک کیا ہے۔[1]

ایک حیرت انگیز واقعہ:- ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک عدالت نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جب سزا کے نفاذ کا وقت آیا تو اس نے چلا کر کہا کہ:

”اقطعوا لسان امى قبل ان تقطعوا ايدى“

میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹو۔

کیونکہ جب میں نے پہلی بار پڑوسی کا انڈا چرایا تھا تو اس پر میری ماں نے کوئی تنبیہ نہ کی اور نہ اس نے انڈا لوٹانے کی کوئی ہدایت کی بلکہ اس نے کہا کہ ”الحمدلله صار ابنى رجلا“ اللہ کا شکر ہے میرا بچہ کماؤ ہو گیا ہے اگر میری ماں کی زبان میری حوصلہ افزائی نہ کرتی تو مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔[2]

اگر بچپن میں غلط اور برے کاموں پر شاباشی اور حوصلہ افزائی کی جائے تو یہی بچے دین وملت کے لئے باعث ننگ اور والدین کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں والدین کی تربیت سے بچوں کے اخلاق سنورتے ہیں اور ان کے ذریعہ پوری قوم

۱ منتخب کنز العمال ص: ۶۷

۲ اخلاقنا الاجتماعية: از ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ص: ۱۶۲

سدھر سکتی ہے درحقیقت ہماری اولاد ایک امانت ہیں اور اس امانت کی حفاظت ہمارا اولین فرض ہے لیکن افسوس ہم اس سے غافل ہیں سچ ہے ؎

انہیں بچوں کو قوم کا معمار بننا ہے
بڑا ہو کر انہیں کو قافلہ سالار بننا ہے

باپ کی حسن تربیت کا ایک واقعہ:- مفسر قرآن مشہور عالم دین مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ[1]

ڈاکٹر سر اقبال رحمہ اللہ اپنی آپ بیتی میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''نوعمری کا زمانہ تھا ایک سائل نے دروازہ پر آکر شور مچانا شروع کر دیا طبیعت جھنجھلائی اور میں اسے مار بیٹھا یہ دیکھ کر میرے والد صاحب مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور بولے کہ تو یہ بتا جب کل میدان محشر میں اللہ کے سامنے ساری امت جمع ہوگی اس مجمع میں جب مجھ سے سوال ہوگا ؎

حق جوانے مسلمے باتو سپرد | کو نصیبے از دبستانم نبرد
از تو ایں اک کار آساں ہم نہ شد | یعنی آں انبار گل آدم نہ شد

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک نوجوان مسلم تمہارے سپرد کیا تھا وہ میری درگاہ سے محروم رہا تم سے اتنی چھوٹی بات بھی نہ ہو سکی کہ اس کی مٹی کے تودہ کو آدمی بنا دیتے تو بتاؤ اس وقت میں کیا جواب دوں گا۔

یہ واقعہ لکھ کر مولانا دریا آبادی اپنے مخصوص انداز میں کیسی عبرت انگیز بات لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر سر اقبال اور ان کے والد صاحب کا واقعہ وہیں چھوڑیئے کیا یہ سوال بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سوال ہم سے اور آپ سے نہ ہوں گے ذرا اس وقت کو تصور میں لایئے جب ہم آپ سب بے بسی کی تصویر بنے ہوئے میدان حشر میں کھڑے ہوں گے اور ہم سے اور ہماری اولاد کے بارے میں سوال ہوگا کہ اللہ نے تمہیں اولاد کی نعمت عطا کی تھی تم نے اس نعمت کا کیا حق ادا کیا؟ اور کس حد تک اللہ کے عطیہ کو کام میں لائے اور کس حد تک محض اس کو نفس پرستی کا ذریعہ

[1] ماہنامہ صوت الحق مالیگاؤں بابت مارچ ۱۹۸۸ء

بنایا پھر اپنی اولاد کو بیشک تم نے خوب پڑھایا لکھایا امتحانات اعلیٰ سے اعلیٰ پاس کرائے تاکہ تمہارا لڑکا ڈپٹی کلکٹر ہو جائے آئی سی ایس میں کامیابی حاصل کرے اچھا ڈاکٹر اچھا وکیل اچھا انجینئر بن کر چمکے اسمبلی کا ممبر ہو جائے فوج میں کپتان ہو جائے منیجر ہو جائے کامیاب تاجر ہو کر نکلے خوب کمائے خوب اڑائے تمہیں بھی خوب لا لا کر دے تمہارا نام بھی اس کی وجہ سے خوب اونچا ہوتا چلا جائے غرض سر سے پیر تک اسے دنیا ہی کے لئے تیار کر لیا لیکن اس ساری جان توڑ کوشش و کاوش میں کوئی پہلو آخرت کا بھی آنے دیا؟ اچھا مسلمان بنانے کی بھی سعی و تدبیر کی غازی مجاہد بنانا تو الگ رہا سیدھی سادی تعلیم بھی اسے حقائق دینی اور علوم قرآن و حدیث کی دی؟ اور جو پیغمبر اپنی روحانی عظمتوں سے قطع نظر دنیا میں بھی ایک کامیاب ترین رہبر اور داناترین انسان کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا اس کی سیرت کے نمونہ پر بچوں کی زندگی کس حد تک ڈھالی؟ تو بتایئے ان سوالات کا بھی کوئی جواب اس وقت آپ سے بن پڑے گا؟

اولاد سے محبت:- جناب محمد ﷺ بچوں سے بڑی محبت فرماتے تھے ان کو چومتے اور پیار کرتے تھے فصل کا نیا میوہ سب سے کم عمر کا بچہ جو اس وقت موجود ہوتا اس کو دیتے راستے میں بچے مل جاتے تو خود ان کو سلام کرتے۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے افضل دینار وہ ہے جس کو آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور جس کو جہاد کی سواری خریدنے میں صرف کرے اور جس کو اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔''

اس روایت کے ایک راوی ابو قلابہ کہتے ہیں کہ پہلے آپ ﷺ نے اپنے اہل و عیال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ:

''اس شخص سے بڑا اجر کس کا ہو سکتا ہے جو اپنے کم سن بچوں پر خرچ کرتا ہے اور اسکے ذریعہ ان کو دوسروں کی مدد سے مستغنی کر دیتا ہے''[1]

[1] ترمذی باب ماجاء فی النفقۃ علی الاہل

رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے غایت درجہ الفت تھی ان کے متعلق آپ کا ارشاد ہے:

''فاطمة بضعة منى فمن ابغضها فقد ابغضنى ''[1]

فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا۔

نبی ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بوسہ لیا کرتے تھے اور اس کو محبت کی ایک علامت بتاتے تھے۔[2]

ایک دفعہ حضرت عمرؓ امراء ومملکت کا دربار کر رہے تھے اور مختلف اضلاع وصوبہ جات میں عمال وحکام کی نامزدگی وتقرری فرما رہے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک چھوٹا سا بچہ گرتے پڑتے پہونچ گیا آپ نے بچہ کو گود میں اٹھا لیا ان حکام میں سے کوئی صاحب دور دراز علاقہ کے تھے انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا یہ بچہ آپ کا کون ہے؟ فرمایا: 'هذا ولدی' یہ میرا بچہ ہے یہ سن کر انہوں نے کہا کہ میری بہت سی اولاد ہیں مگر میں کسی کو پیار نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے دل سے محبت نکال دی گئی ہے دل کے بجائے وہاں پتھر ہے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: 'اعطنی جائزتك' مجھے اپنی سند گورنری واپس کردو۔

''انت لا ترحم ولدك فكيف ترحم الناس ''[3]

جب تم اپنی اولا د سے رحمت وشفقت نہیں کرتے تو میری رعایا پر کس طرح مہربانی ورحم کا سلوک کرو گے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنته فی الغیرة والانصاف :۲۳۸/۹ رقم الحدیث:۵۲۳، وصحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة

[2] الادب المفرد ص:۱۷

[3] منتخب کنز العمال:۴۳۵/۲

لڑکیوں کی پرورش وتربیت پر جنت کی بشارت:-

''عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ من كانت له انثى لم يئدها ولم يهنأ ولم يوثر ولده عليها يعنى الذكور ادخله الله الجنة''[1]

جس شخص کے لڑکی ہو اور وہ اسے نہ زندہ در گور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کرے گا۔

نیز فرمایا:

''من بلى هذه البنات شيئا فاحسن اليهن كن له سترا من النار''[2]

اللہ تعالی جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعہ آزمائش میں ڈالے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔

نیز فرمایا:

''من عال ثلاث بنات فادبهن و احسن اليهن فله الجنة''[3]

جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔

نیز فرمایا:

''من عال جاريتين حتى ادركنا دخلت الجنة انا وهو كهاتين واشار باصبعيه السبابة والوسطى باباب معجلان عقوبتهم فى الدنيا البغى والعقوق ''[4]

---

[1] أبوداؤد کتاب الادب باب فی فضل من عال یتیما:۳۳۷/۴ رقم الحدیث:۵۱۴۶ مستدرک حاکم :۱۷۷/۴

[2] صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و التقبيله ومعانقته:۴۴۰/۱۰ رقم الحدیث:۵۹۹۵

[3] الترمذی کتاب البر باب ماجاء فی النفقة علی البنات:۱۲/۲۔ أبوداؤد کتاب الادب باب فضل من عال یتیما:۳۳۸/۴ رقم الحدیث:۵۱۴۷، وابن ماجہ کتاب الادب باب بر الوالدین والاحسان الی البنات مع اختلاف یسیر:۱۲۱۰/۲ رقم الحدیث:۳۶۶۹

[4] مستدرک حاکم:۱۷۷/۴

جس کسی نے دولڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں (انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا) تو میں اور وہ اس طرح جنت میں داخل ہوں گے آپ نے فرمایا دوراستے ہیں جن سے دنیا میں بہت جلد عذاب داخل ہوتا ہے ظلم وتعدی اور نافرمانی۔

بے سہارا لڑکی کی کفالت:- رسول اللہ ﷺ نے کتنے پُرزور اور موثر انداز میں ارشاد فرمایا:

''ألا ادلك على افضل الصدقة ابنتك و مردودة اليك اليس لها كاسبٌ غيرك''[1]

کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ بڑی فضیلت والا صدقہ کون سا ہے؟ اپنی اس بچی پر احسان کرنا جو (بیوہ ہونے یا طلاق دے دیئے جانے کی وجہ سے تیری طرف لوٹا دی گئی ہو اور جس کا تیرے سوا دوسرا کوئی کفیل اور بار اٹھانے والا نہ ہو۔

یعنی ایسی لڑکی جس کی بدصورتی یا جسمانی نقص کی وجہ سے شادی نہیں ہوئی یا سسرال کے مظالم کی وجہ سے شادی کے بعد طلاق مل گئی ہے اور وہ تمہارے سوا اس کو کھلانے والا نہیں ہے تو اس پر جو کچھ خرچ کروگے وہ اللہ کے نزدیک بہترین صدقہ ہوگا۔

حدیث میں بیٹی کا ذکر ہے اور یہی درجہ بہن کا ہے جبکہ بھائی گھر کا ذمہ دار ہو۔

اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک:- کچھ والدین ایسے ہوتے ہیں جو نیکی اور احسان کے صلہ میں اولاد میں امتیاز برتتے ہیں جو بچہ ان کی خدمت اور ان سے اچھا برتاؤ کرتا ہے اسے وہ ہدایا اور عطیات سے نوازتے ہیں لیکن اس قسم کی تخصیص کے جواز کے لئے یہ بات کافی نہیں جو بچہ والدین کے ساتھ نیکی میں ممتاز ہے اسے اس کا صلہ دنیا میں دینا درست نہیں اس کا بدلہ اسے آخرت میں اللہ دے گا نیز اس امتیازی برتاؤ سے اس فرماں بردار بچہ میں خود پسندی پیدا ہوسکتی ہے اور وہ اپنی برتری کے زعم

---

[1] ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالد والاحسان الی البنات

میں مبتلا ہوسکتا ہے اور دوسرے میں نفرت کے جذبات پیدا ہوسکتے ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ نافرمانی کی روش چھوڑ دے اس کو اپنا وطیرہ بنالیتا ہے ایسا کرنا اس لئے بھی جائز نہیں کہ ہمیں مستقبل کے متعلق کوئی علم نہیں حالات پلٹ سکتے ہیں فرماں بردار نافرمان اور نافرمان فرماں بردار ہوسکتا ہے ہم سب کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہتا ہے انہیں پلٹتا رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اعدلوا بين ابناء كم اعدلوا بين ابنا ء كم اعدلوا بين ابناء كم''[1]

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اپنے لڑکوں کے درمیان عدل کرو اپنے لڑکوں کے درمیان عدل کرو اپنے لڑکوں کے درمیان عدل کرو۔

ایک روایت میں ہے:

''اتقوا الله واعدلوا بين اولادكم''[2]

اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔

صحیح مسلم میں نعمان بن بشیرؓ کا واقعہ ہے کہ:

''ان امرأة بشير بن سعد انصارى طلبت اليه ان يخلص ولدها النعمان بن بشير بمنحة مالية ـ كحديقة أو عبد ـ وارادت توثيق هذه الهبة فطلبت منه ان يشهد على ذالك رسول الله ﷺ فذهب اليه فقال: يا رسول الله! ان ابنة فلان زوجته سألتنى ان انحل ابنها غلامى فقال ﷺ أله اخوة؟ قال: نعم قال فكلهم اعطيت ما اعطيته؟ قال: لا قال فليس يصلح هذا و اننى لا أشهد ألا على حق''[3]

---

[1] احمد: ۴/۲۷۵،۲۷۸ أبوداؤد (۳۵۴۴) نسائی ۲/۱۳۲۔۱۳۳

[2] صحیح بخاری کتاب الھبۃ باب الاشھاد فی الھبۃ ۵/۲۵۰ رقم الحدیث: ۲۵۸۷، صحیح مسلم کتا الھبات باب كراهية تفضيل بعض الاولاد فى الهبة ۶/۵۷ رقم الحدیث: ۱۶۲۳، ابوداؤد ۳/۲۹۳

[3] مسلم وأحمد وأبوداؤد ص: ۳۰۳

اس حدیث کا قصہ یہ ہے کہ حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کی بیوی نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بیٹے نعمان بن بشیر کو کوئی مالی عطیہ خصوصیت کے ساتھ دیدیں جیسے کوئی باغ یا کوئی غلام اور اس نے اس عطیہ کی توثیق چاہی چنانچہ اس نے ان سے کہا کہ وہ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنالیں۔

بشیر بن سعدؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا! اے اللہ کے رسول فلاں کی بیٹی یعنی ان کی بیٹی نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام ہبہ کردوں آپ نے یہ سن کر فرمایا کیا اس کے بھائی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں آپؐ نے پوچھا تو کیا تم نے سب کو وہ چیز دی ہے جو اس کو دی ہے؟ کہا نہیں آپ نے فرمایا تب یہ جائز نہیں ہے اور میں ناحق پر گواہ نہیں بنتا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

''أشهد على هذا غيرى فانى لا أشهد على جور''

اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے عطیات میں اولاد میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے کو جور سے تعبیر فرمایا اور جور ظلم کو کہتے ہیں اور ظلم حرام ہے۔

البتہ کسی بچہ کو ایسی چیز دینی جس کا وہ حاجت مند ہو اور دوسرے کو اس کی ضرورت نہ ہو مثلاً تعلیمی اشیاء ادویات اور شادی کے متعلق ضروریات وغیرہ تو ان چیزوں کی تخصیص میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ تخصیص ضرورت کے تحت ہے اس کی حیثیت نفقہ (ضروری اخراجات) کی ہے۔

اولاد کے درمیان ناانصافی حق تلفی اتنا بڑا ناسور ہے کہ اس کی زد میں پورا گھر آجاتا ہے اور اس کے مضرات و مفاسد دور تک گھر اور خاندان میں پہونچ جاتے ہیں اور اولاد کے بیچ حسد ورقابت اور بغض وعداوت پھیلے گی اور کبھی اس کا نتیجہ قتل وخون گالی گلوج مار پیٹ تک لے جاسکتی ہے اسی پر بس نہیں ہے ایسی ستم رسیدہ اولاد اپنے

والدین کے حق میں بددعائیں کرتی ہیں ان کی موت کی تمنا کرتی ہیں اور یہ لوگ اپنے دل میں ان کے لئے قدر واحترام نہیں پاتے۔

ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے احنف بن قیس سے پوچھا کہ اولاد کے سلسلے میں کیا سلوک کرنا چاہئے احنف نے کہا امیر المومنین:

''اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں بوڑھاپے کی لاٹھی ہیں کمر کی ٹیک ہیں امیدوں کے چراغ اور بوڑھاپے کا سہارا ہیں ہماری حیثیت ان کے لئے زمین کی طرح ہے جو نہایت نرم و بے ضرر ہے اور ہمارا وجود ان کے لئے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے اور ہم انہی کے ذریعہ بڑے بڑے کام کرنے کی ہمت کرتے ہیں تو اگر وہ آپ سے کچھ مطالبہ کریں تو ان کے دلوں کا غم دور کیجئے (انکی جائز مانگیں پوری کیجئے) نتیجہ میں وہ آپ سے محبت کریں گے آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کریں گے اور کبھی ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائیں اور آپ کے لئے موت کی دعا مانگنے لگیں اور آپ کے قریب آنے سے نفرت کریں۔''

حضرت معاویہؓ یہ حکیمانہ باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے اور فرمایا احنف! خدا کی قسم جس وقت آپ میرے پاس آکر بیٹھے تھے میں اپنے لڑکے یزید کے خلاف غصہ میں بھرا ہوا تھا (مگر آپکی باتیں سن کر میرا غصہ ٹھنڈا ہو گیا پھر جب حضرت احنف چلے گئے تو اسی وقت یزید کو (دوسو درہم) اور کئی جوڑے بھجوائے یزید کے پاس جب یہ تحفہ پہونچا تو انہوں نے اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے سو درہم اور کئی جوڑے حضرت احنف بن قیس کے پاس بھجوادیئے۔

بلاشبہ اولاد کا بھی ہمارے اوپر حق ہے اور بہت بڑا حق ہے واقعہ یہ ہے کہ یہ شکایت متعدد مرتبہ مظلوم اور فی الواقع حق تلفی وزیادتی کے شکار اولادوں کی زبانی سننے اور دیکھنے کو ملتی ہے کہ اہل علم اور خطیب اپنی تقریروں اور تحریروں میں والدین کے ہی

اسلامی آداب معاشرت حصہ اول

حقوق پر عموما اس قدر روشنی ڈالتے ہیں کہ عام والدین دانستہ نادانستہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے اوپر بھی اولاد کا حق ہے اور بس انہیں اولاد سے اپنی ہی حق کی ادائیگی کا مطالبہ یا پھر عدم ادائیگی پر شکوہ ہوتا ہے۔

والدین کو بھی اولاد کے حق کی بابت آگاہ رہنا چاہئے کیونکہ ایک تو اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہیں اس کے حقوق کی عدم ادائیگی کا مطلب اللہ کی نعمت کا ضیاع بھی ہے پھر اللہ کے یہاں اس پر سخت گرفت بھی ہے لہذا اولاد کے حقوق کا خیال رکھیں اور اپنی اولاد سے محبت اور برابر کا سلوک کریں۔

عقیقہ کی مشروعیت
اور
اس کے احکام

مولود کو دعا دینا :-

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نومولود بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے اور چھوہارا دانتوں سے نرم کرکے ان کے منہ میں ڈالتے۔''[۱]

مولود کے کان میں اذان کہنا :- حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں:

''رأیت رسول الله ﷺ اذّن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة''[۲]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حسن کی ولادت ہوئی تو آپ نے ان کے کان میں اذان دی۔[۳]

امام ابن قیم الجوزیہ[۴] اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی[۵] وغیرہم نے مولود کے کان میں اذان دینے کی پہلی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں آنے کے بعد بچے کے کان میں سب سے پہلے توحید کے کلمات پہونچیں جیسا کہ دنیا سے جاتے

---

[۱] صحیح مسلم (۱۲۷۱۷) کتاب الآداب باب استحباب تهنیك المولود عند ولادته
[۲] ترمذی ۱۵۵۳ ابواب الاضاحی باب الآذان فی اذن المولود هذا حدیث صحیح
[۳] دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے اس سلسلے کی حدیث ثابت نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ :۱/۳۲۹ رقم الحدیث:۳۲۱
[۴] تحفۃ المولود باحکام المولود :۲۱۔۲۲
[۵] حجۃ اللہ البالغۃ :۲/۱۴۵

وقت قریب المرگ شخص کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ آغاز و انجام بخیر ہو کچھ نہ سمجھنے کے باوجود بچے کے دل پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہونے کی توقع ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ولادت کے بعد بچہ کو شیطان کچوکے لگاتا رہتا ہے اس وقت اذان دے کر شیطان کو بھگانا اور اس کو غم وغصہ میں مبتلا کرنا مناسب اور مستحسن ہے۔[۱]

---

[۱] ان الشیطان اذا نودی بالصلوۃ ولی وله حصاص (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل الاذان وهرب الشیطان عند سماعه) یعنی نماز کے لئے جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے واضح رہے کہ حدیث کے مطابق شیطان جس اذان سے بھاگتا ہے وہ نماز کے وقت دی جانے والی اذان ہے ہمارے ہاں جو مصائب کے وقت یا جنگل یا ویرانے میں بھوت پریت کے ڈر سے اذانیں دینے کا رواج ہے وہ غالبا اسی روایت کی وجہ سے ہے 'اذا تغولت لنا الغول او اذا رأینا الغول فتنادی بالاذان' (مجمع الزوائد:۱۰/۱۳۴) جب ہمارے سامنے جن بھوت ظاہر ہوں تو ہم اذان دیں۔

اس روایت میں انقطاع ہے کیونکہ حضرت حسن بصریؒ کا سماع حضرت سعد بن ابی وقاص سے ثابت نہیں ہے علامہ البانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت اس طرق سے صرف حسن بصریؒ حضرت سعد بن ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ حسن بصری نے حضرت سعد سے کچھ سنا ہے۔ الاحادیث الضعیفۃ: ۳/۲۷۷، بچہ کی ولادت کے وقت کان میں اذان اور نماز کے لئے اذان کا ثبوت صحیح حدیث سے ثابت ہے رہی بات جن بھوت کو بھگانے کے لئے آیۃ الکرسی اس مقصد کے لئے تیر بہدف نسخہ ہے بلکہ یہ نسخہ شیطان کا خود اپنا بتایا ہوا ہے حضرت ابوہریرہ حضرت ایوب انصاری اور حضرت زید بن ثابتؓ کی اپنی آپ بیتی ہے کہ شیطان نے مختلف اوقات میں ان کا کچھ سامان اٹھالیا اور پکڑا گیا کافی منت سماجت کرنے کے بعد یہ کہہ کر نجات ملی کہ میں تمہیں ایک نسخہ بتاتا ہوں اس پر عمل کرنے سے شیطان (جن وغیرہ) آپ کے پاس نہیں پھٹکیں گے وہ یہ ہے کہ آپ آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو جب رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اما انه قد صدقك و هو كذوب'' اس نے آپ سے سچ کہا ہے لیکن خود جھوٹا ہے یہ واقعات صحیح بخاری، سنن ترمذی، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد، سنن نسائی اور طبرانی میں دیکھے جاسکتے ہیں مختصر یہ ہے کہ اگر جنگل یا ویرانے میں یا کسی اور جگہ ایسا واقعہ پیش آجائے تو اذان کے بجائے آیۃ الکرسی پڑھی جائے۔ (مؤلف)

تیسری بات یہ ہے کہ بچے کو اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت کی آواز شیطان کی وسوسہ طرازیوں سے پہلے پہونچ جائے تاکہ اس کا آغاز اس دین فطرت پر ہو جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے اور شیطان اسے ابتداء ہی سے اپنے جال میں نہ پھنسا سکے۔

عقیقہ کی مشروعیت اور تاکید: -عقّ یا عقیقہ کا لغوی معنی قطع کرنا ہے عام بول چال میں کبھی کبھی اہل عرب لفظ 'عق' 'قطع کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

''عق والدیه اذا قطعهما''

ایک عرب شاعر کا شعر بھی 'عق' کا یہی مفہوم ادا کرتا ہے:

بلاد بها عق الشباب تمائمی   و أول ارض مسّ جلدی ترابها

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی یہ ہیں کہ ہر مولود کی ولادت کے ساتویں دن بکری یا بکرا ذبح کرنا احادیث میں ''عقیقہ'' کو ''نسکیہ'' بھی کہا گیا ہے۔

ذخیرہ احادیث میں بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں جو عقیقہ کی مشروعیت و تاکید اور اس کے سنت واستحباب کی وجوہات پر دلالت کرتی ہیں ان احادیث کو ثقہ راویوں کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے ان میں سے چند احادیث ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:

(۱)''حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد بن زید عن ایوب محمد بن سیرین عن سلمان بن عامر قال مع الغلام عقیقة''[۱]

یعنی لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔

حجاج، حماد، ایوب، قتادہ، ہشام، حبیب، ابن سیرین، اور سلمان نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی روایت کی ہے ان کے علاوہ کئی حضرات عاصم، ہشام، حفصہ بن

[۱] صحیح بخاری کتاب العقیقۃ باماطۃ الاذی عن الصبی فی العقیقۃ:۹/۵۰۴ رقم الحدیث:۱۵۴۷۲

سیرین، رباب نے سلمان بن عامر الضبی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسے روایت کیا ہے۔[۱]

یزید بن ابراہیم نے ابن سیرین سے اور انہوں نے سلمان سے ان کا قول نقل کیا ہے اصبغ بن وہب، جریر بن حازم ایوب سختیانی محمد بن سیرین نے سلمان بن عامر الضبی کا عقیقہ کے بارے میں بیان اس طرح نقل کیا ہے:

(۲)''قال سمعت رسول الله ﷺ یقول مع الغلام عقیقة فاهریقوا عنه دما و امیطوا عنه الاذیٰ''[۲]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عقیقہ لڑکے کے ساتھ ہے لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس پر سے اذیت دور کرو۔

(۳) سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کل غلام رهین [۳] بعقیقته تذبح عنه یوم سابعة و یحلق و یسمی''[۴]

ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ منسلک یا بندھا ہوا ہے اس کے ساتویں دن اسی کی طرف سے ذبیحہ کیا جائے اس کا سر مونڈھا جائے گا اور نام رکھا جائے گا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام نووی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب ''الاذکار''[۵] میں نقل کیا ہے۔

(۴) حضرت بریدہ اور اسحاق راہویہ سے مروی ہے:

[۱] صحیح بخاری کتاب العقیقۃ باماطۃ الاذی عن الضبی فی العقیقۃ:۹/۵۰۴ رقم الحدیث:۱۵۴۷۲

[۲] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی العقیقۃ:۳/۱۰۶ حدیث:۲۸۳۸

[۳] بعض حدیثوں میں کل غلام رہینۃ اور بعض میں الغلام مرتہن کے الفاظ ہیں ملاحظہ ہو ابوداؤد فی کتاب الاضاحی باب فی العقیقۃ:۳/۱۰۶ حدیث:۲۸۳۸

[۴] سنن ابی داؤد فی کتاب الاضاحی باب فی العقیقة والترمذی والنسائی و ابن ماجه و غیرها بالاسانید الصحیحة و قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

[۵] الاذکار للنووی ص:۲۷۴

’’ ان الناس یعرضون یوم القیامة كما یعرضون علی الصلوات الخمس ‘‘

بیشک قیامت کے دن لوگوں کو پنج وقتہ نماز کی طرح عقیقہ پر بھی پیش کیا جائے گا۔

(۵)’’ عن ام كرز الكعبية انها سالت رسول الله ﷺ عن العقيقة فقال نعم عن الغلام شاتان و عن الانثیٰ واحدة ‘‘

ام کرز سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکری یا دو بکرا اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری یا ایک بکرا ذبح کرنا چاہئے۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’ان رسول الله ﷺ امرهم عن الغلام شاتان ومكافئتان و عن الجارية شاة‘‘[۱]

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو لڑکے کی طرف سے دو ہم عمر بکریوں اور لڑکیوں کی طرف سے ایک بکری کا حکم دیا ہے۔

عقیقہ کا مستحب وقت :- بچہ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا افضل اور مسنون ہے جیسا کہ سمرۃ بن جندب کی حدیث میں مروی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے:

(۱)’’كل غلام رهين بعقيقته تذبح عنه يوم سابعة و يحلق و يسمی‘‘[۲]

[۱] اس کی تخریج ترمذی: ۱/۲۸۶، احمد ۶/۳۱، ۱۵۸، ۲۵۱، ابن ماجہ: ۳۱۶۳، ابن حبان ۱۰۵۸، بیہقی: ۹/۳۰۱، ابویعلی مسند: ۲/۲۲۱ نے عبداللہ بن عثمان بن غثیم عن یوسف بن مالک کے طریق سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ حفصہ بنت عبدالرحمٰن کے پاس آئے اور ان سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی ہے کہ............۔
علامہ البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور اسے مسلم کی شرط پر بتایا ہے۔

[۲] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب العقیقة ۳/۱۰۶ رقم الحدیث: ۲۹۳۹

ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ بندھا ہوا ہے اس کے ساتھ ساتویں دن اس کی طرف سے ذبیحہ کیا جائے اس کا سر مونڈھا جائے گا اور نام رکھا جائے گا۔

(۲)’’ عقّ رسول الله ﷺ عن حسن و حسين يوم السابع و سماهما و امران يماط رؤسهما الاذیٰ‘‘[۱]

رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن حضرت حسن و حسین کا عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا اور حکم دیا کہا کہ ان کے سروں سے اذیت دور کر دو یعنی ان کے سر کے بال مونڈھ دیئے جائیں۔

(بچہ کے بال کے برابر چاندی صدقہ کی جائے اور اللہ کے نزدیک بچے کا سب سے اچھا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے)

ان احادیث کی روشنی میں عقیقہ ساتویں دن بلا شک وشبہ مستحب قرار پاتا ہے لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ولادت کے ساتویں دن عقیقہ نہ کیا جاسکے تو چودہویں دن کیا جائے۔اور اگر چودہویں دن بھی نہ کیا جاسکے تو اکیسویں دن کیا جائے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے عقیقہ کے بارے میں فرمایا:

’’تذبح لسبع ولا ربع عشرة ولا حدی و عشرين ‘‘[۲]

ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن ذبح کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ اور احادیث اسی طرح وارد ہیں مگر سب کے سب ضعیف ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر باپ اپنی اولاد کی ولادت کے ساتویں دن قدرت اور

[۱] ترمذی: ۵/۱۳۲

[۲] سنن بیہقی: ۹/۳۰۳ واسنادہ ضعیف

استطاعت رکھتا ہو تو رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کو یقیناً زندہ رکھے اور اسکی فضیلت و برکات نیز اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب سے بہرہ مند ہو۔

اگر کسی مجبوری کی تحت ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو جب بھی اللہ تعالیٰ استطاعت بخشے بلا تاخیر عقیقہ کر ڈالے اگر والدین عقیقہ نہ دے سکیں تو بچہ جوان ہو کر خود کر لے اور اگر بچہ زندہ پیدا ہونے کے بعد سات دن سے پہلے فوت ہو جائے تو امام مالک ابن حجر عسقلانی [1] اور علامہ محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری [2] رحمہم اللہ کا راجح قول یہی ہے کہ اس پر سے عقیقہ ساقط ہے کیونکہ مولود کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کرنا موقت و مقرر ہے اس سے پہلے کرے تو عقیقہ نہیں ہوگا اگر کسی عذر کی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ کیا جا سکے تو اس دن نام رکھا جا سکتا ہے بلکہ ساتویں دن سے پہلے بھی نام رکھنا جائز ہے شرعاً نام رکھنے کے لئے عقیقہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

گائے اور اونٹ میں شرکت: -قربانی کی طرح عقیقہ میں گائے اور اونٹ میں سات حصے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں جمہور جو اونٹ اور گائے کے عقیقہ کے قائل ہیں کے مابین اختلاف ہے رافعی سے عقیقہ میں شرکت کے جواز کا قول مذکور ہے لیکن یہ قول صرف قیاس پر مبنی ہے۔ اس کی تائید میں کوئی نص نہیں اسی لئے امام احمد نے یہ تصریح کی ہے کہ عقیقہ میں کامل اونٹ اور کامل گائے ضروری ہے۔[3]

امام ابن القیم الجوزیہ فرماتے ہیں:[4]

''چونکہ عقیقہ کا جانور نوزائیدہ کے فدیہ کے قائم مقام ہے اس لئے اس

[1] فتح الباری: ۵۹۴/۹

[2] تحفۃ الاحوذی: ۱۱۷/۵

[3] نیل الاوطار: ۲۳۱/۵

[4] تحفۃ المودود باحکام المولود ص: ۵۷ طبع مکتبہ الدعوۃ الاسلامیہ فیصل آباد

میں کامل دم مشروع ہے تا کہ جان جان کا فدیہ بن سکے نیز اگر اس میں شرکت صحیح ہوتی تو ''اراقۃ الدم'' جو مقصود ہے فوت ہو جاتا خون بہانا صرف ایک بچہ کی طرف سے پایا جاتا باقی بچوں کے حصہ میں صرف اخراج لحم آتا اور مقصود اراقۃ الدم ہے نہ کہ اخراج لحم اس معنی کے پیش نظر ہدی اور قربانی میں بھی یہ شرکت جائز نہیں ہونا چاہئے لیکن سنت رسول اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے آپ نے ہی ہدایا اور اضحیۃ میں اشتراکت کو مشروع قرار دیا ہے اور عقیقہ میں لڑکے کی جانب سے دو مستقل دم کا حکم دیا ہے جن کی قائم مقامی نہ ایک اونٹ سے ہو سکتی ہے اور نہ ایک گائے سے۔''

عقیقہ میں قربانی کے شرائط کا لحاظ: -قربانی کے جانوروں کے لئے جو چیزیں شرط ہیں کیا عقیقہ میں ان کا لحاظ ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وقال اهل العلم لايجزى فى العقيقة من الشاة الا ما يجزئ فى الاضحية''

اہل علم نے کہا ہے کہ عقیقہ میں وہی بکری کفایت کرے گی جو قربانی میں

[1] لاتذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان (مسلم) یعنی قربانی میں صرف مسنہ ذبح کرو لیکن اگر میسر نہ ہو تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرو۔ اونٹ بکری گائے کا جذعہ جائز نہیں ہے بلکہ ان جانوروں کا مسنہ ہی کرنا چاہئے بھیڑ کا جذعہ بھیڑ کا وہ بچہ کہلاتا ہے جو پورے ایک سال کا ہو مسنہ یا مثنیہ اونٹ یا گائے یا بکری ہے جس کے دودھ کے دانت آگے کے گرے ہوں اور بلحاظ عمر وہ اونٹ مثنیہ ہے جو چھٹے سال میں قدم رکھے دانت کا نکلنا ہی اور مذکورہ بالا عمروں میں مذکورہ بالا جانوروں کو پہنچنا ان کے مثنیہ یا مسنہ ہونے کا وقت ہے اور قربانی کے لئے دانتہ کا ہونا ضروری ہے ہاں بھیڑ مینڈھا کے اگر دانت نہ ہوں تو بھی جائز ہیں بشرطیکہ جمہور اہل علم کی تشریح کے مطابق وہ ایک سال کے ہوں۔

کفایت کرے گی۔

امام نوویؒ نے اس قول کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''المعجزئ فی العقیقة هو المعجزی فی الاضحیة فلا تجزی دون الجذعة من الضان والمثنیة من المعز والابل والبقرة هذا هو الصحیح و به قطع الجمهور''۱

عقیقہ میں وہی جانور کفایت کرے گا جو قربانی میں کفایت کرتا ہے بھیڑ میں جذعہ اور بکری اونٹ اور گائے میں مثنیہ سے کم عمر کے جانور کا عقیقہ درست نہ ہوگا یہی صحیح اور مشہور قول ہے اور جمہور قطعیت کے ساتھ اس کے قائل ہیں اس کے برخلاف بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ عقیقہ میں ان شرائط کا لحاظ ضروری نہیں جو قربانی میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:۲

''ویجزی المعیب سواء کان مما یجوز فی الاضاحی او کان مما لا یجوز والسالم افضل''

عقیقہ میں عیب دار جانور بھی (خواہ اس کی قربانی جائز ہو یا ناجائز) کافی ہے البتہ صحیح سالم جانور کا عقیقہ افضل و بہتر ہے۔

علامہ شوکانی کی رائے بھی یہی ہے فرماتے ہیں:۳

''قد استدل باطلاق الشاتین علی عدم الاشتراط وهو الحق لکن لا لهذا الاطلاق بل لعدم ورد یدل ههنا علی تلك الشروط والعیوب المذکورة فی الاضحیة وهی احکام شرعیة لا تثبت بدون دلیل''

لفظ شاتین کے اطلاق سے اس بات پر دلیل قائم کی گئی ہے کہ عقیقہ میں وہ چیزیں شرط ہیں یہی مذہب حق ہے لیکن اس اطلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ

۱ المجموع شرح المہذب: ۴۲۹/۸
۲ المحلی لابن حزم: ۵۲۳/۷
۳ نیل الاوطار: ۲۳۱/۵

سے کہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل وارد نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ عقیقہ میں وہ چیز نہیں شرط ہیں جو قربانی میں شرط ہیں اور یہ کہ ان عیوب سے جن کا ذکر قربانی میں ہے عقیقہ کے جانور کا بھی پاک ہونا ضروری ہے یہ شرعی احکام ہیں جو بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتے صحیح یہی ہے کہ عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ شوکانی جمہور پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اس قیاس کے مقتضی کے مطابق یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ قربانی کے احکام ان جملہ ذبیحوں میں ثابت کئے جائیں جو تقرب کا ذریعہ ہوتے ہیں جو لوگ اس قیاس سے استدلال کرتے ہیں انکے نزدیک جملہ ولائم کے ذبیحے مستحب ہیں بلکہ امام شافعی سے شادی کے ولیمہ کا وجوب مروی ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک اکثر ولائم واجب ہیں اور مستحب شی یقیناً ذریعہ تقرب ہوتی ہے لیکن اسکے باوجود کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ ان ولائم کے ذبیحوں میں وہ چیزیں شرط ہیں جو قربانی میں شرط ہیں اس قیاس نے ایسی چیز کو مستلزم ٹھہرایا ہے جس کا قائل کوئی نہیں اور مستلزم للباطل باطل ہوتا ہے۔''۱

ذبح اور نحر کی تعریف:- ذبح حلق اور نرخرا کی رگیں کاٹنا اور نحر لبتہ میں چھرا گھونپنا ہے لبتہ گردن کے نیچے قلاوۃ کی جگہ کو کہتے ہیں اس جگہ آلہ ذبح گھونپا جائے تو دل کو جا لگتا ہے اس سے جانور کی فوری موت واقع ہو جاتی ہے جن جانوروں کا کھانا حلال ہے انہیں ذبح کرنا یا نحر کرنا ذکاۃ کہلاتا ہے۔

سنت یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیا جائے جانور کو قبلہ رخ اس کے بائیں پہلو پر لٹا دیا جائے پھر تیز چھری کے ساتھ بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر جلدی حلقوم شہ رگ اور رگیں کاٹ دے یہ ذبح ہے اور نحر اس طرح کہ اونٹ کو کھڑا کر کے بائیں ہاتھ

۱ نیل الاوطار: ۲۳۱/۵

سے باندھ دیا جائے پھر اس کے سینہ کے گڑھے میں جو قلادۃ کے متصل ہے تیز دھار آلہ مارا جائے یہاں تک کہ اس کی جان نکل جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹنی بٹھا کر ذبح کرنا چاہتا ہے تو کہا کہ اسے کھڑا کر اور باندھ لے یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ [1]

اونٹ کو صرف نحر کیا جائے گا بکری بھیڑ اور پرندوں کی ہمہ اقسام کو ذبح کیا جائے گا اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ﴾

اسی طرح گائے کو ذبح کیا جائے گا اللہ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَۃً﴾

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔

ذبح کرنے والا نمازی مسلمان عاقل بالغ ہو یا سمجھدار لڑکا نیز عورت اور کتابی بھی ذبح کر سکتے ہیں۔﴿وَطَعَامُ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمۡ﴾ اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے اور ان کے طعام سے ذبیحہ مراد ہے۔

اگر ذبیحہ (ذبح کیا جانے والا) کے پیٹ میں حمل ہے اس کی تخلیق بھی پوری ہو چکی ہے اور اسکے بال اگ چکے ہیں تو ماں کا ذبح اس کا بھی ذبح ہے اور اس کا کھانا جائز ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کلوہ ان شئتم فان ذکاتہ ذکاۃ امہ" (ابوداؤد و ھو حسن)

اگر چاہو تو کھا سکتے ہو اس لئے کہ اس کی ذبح اس کی ماں کے ساتھ ذبح ہوگئی ہے۔

کوئی مسلمان بھول کر اگر بسم اللہ نہ پڑھ سکے تو ذبح میں کوئی نقص نہیں ہاں اگر

[1] صحیح بخاری کتاب الآضاحی باب من ذبح الآضاحی بیدہ: ۲۲/۱۰ رقم الحدیث: ۵۵۵۸

قصداً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا تو اس کے نہ کھانے کا حکم ہے۔

عقیقہ اور قربانی کی دعا:- چھری چلانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں:

(۱) بروایت حضرت انسؓ:

"بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ" [1]

(۲) بروایت ام المومنین عائشہؓ:

"بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡ مِنۡ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنۡ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ" [1]

(۳) بروایت جابرؓ:

"بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ ھٰذَا عَنِّیۡ وَ عَمَّنۡ لَمۡ یُضَحِّ مِنۡ اُمَّتِیۡ" [2]

(۴) بروایت جابرؓ:

"اِنِّیۡ وَجَّھۡتُ وَجۡھِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبۡرَاھِیۡمَ حَنِیۡفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ

[1] صحیح مسلم کتاب الآضاحی باب استحباب الضحیۃ: ۱۳۴/۷ رقم الحدیث: ۱۹۶۷

[2] سنن أبی داؤد کتاب الأضاحی باب فی الشاۃ یضحی بہا عن جماعۃ: ۹۹/۳ رقم الحدیث: ۲۸۱۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب مایستحب من الضحایا: ۹۵/۳ رقم الحدیث: ۲۷۹۵، أحمد: ۳/ ۳۷۵، علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے سنن ابی داؤد ص: ۲۷۳، ۳۲۷۹۵۵۹۷، اور ضعیف سنن ابن ماجہ ص: ۱۵۰-۶۱۱-۳۱۷۹ اور مشکوۃ المصابیح محقق: ۴۵۹/۱ رقم الحدیث: ۴۱۶۱ میں ضعیف قرار دیا تھا اور اسی بنیاد پر دیگر علماء نے بھی ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام خزیمہ حاکم، اور علامہ ذہبی رحمہم اللہ کی تصحیح کی وجہ سے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ اور محمد بن اسحاق سے تحدیث کی صراحت ثابت ہے اور ابو عیاش المعافری کو حافظ ابن حجر نے مقبول کہا ہے لہذا قربانی کرتے وقت اس دعاء کا پڑھنا مستحب ہے دیکھئے مرعاۃ المفاتیح: ۹۲/۵ ہدایۃ الرواۃ الی تخریج أحادیث المصباح والمشکاۃ تخریج البانی رحمہ اللہ: ۱۲۸/۲ تراجع العلامہ للالبانی فیما نص علیہ تصحیحا وتضعیفا: ۳۰/۲، کشف المناہج والتناقیح فی تخریج أحادیث المصابیح: ۵۳۲/۱ رقم الحدیث: ۱۰۴۳

وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِیْن لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذَالِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِہٖ) بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ''۳؎

عن کے بعد جس کی طرف سے عقیقہ یا قربانی کی جارہی ہو اس کا نام لے۔

عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کا حکم: -عقیقہ کے گوشت کی تقسیم واستعمال کے متعلق جو ذبیحہ قربانی کے احکام ہیں وہی ذبیحہ عقیقہ کے بھی ہیں اہل خانہ اس میں سے کھائیں صدقہ کریں ہدیتاً اپنے اعزاء واقارب دوستوں کو دیں اہل خانہ میں سے ماں باپ بھائی بہن نانا نانی خالہ ماموں چچا تایا دادا دادی اور پھوپھی وغیرہ اوران کے اہل وعیال سبھی لوگ بلا استثناء عقیقہ کا گوشت استعمال کر سکتے ہیں بعض جہلاء نے جو یہ مشہور کر رکھا ہے کہ بچہ کی ماں اور ماں کے اہل خاندان مثلا خالہ ماموں نانا اور نانی وغیرہ عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے یہ قطعا درست نہیں ہے اسی طرح صدقہ کے لئے بھی ایک تہائی دو تہائی یا نصف یا چھوٹی بڑی اور کسی خاص مقدار کی کوئی قید نہیں ہے عقیقہ کے گوشت سے اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب کی دعوت وضیافت کا اہتمام کرے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بہت سے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

عقیقہ اور مروجہ رسومات: -ہند و پاک بنگلہ دیش اور نیپال اور دیگر ملکوں میں عام طور پر غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں عقیقہ کو محض ایک رسم سمجھا جاتا ہے جو سراسر اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔

اس موقع پر بعض بری رسومات بھی دیکھنے میں آتی ہیں مثلا ناچ وگانا ڈھول و باج یا مجلس میلاد کا اہتمام گھوڑے پر بچہ کو سوار کرا کر کسی مسجد یا بزرگ کے مزار تک لے جانا بچہ کے سر پر پھول وسہرا باندھنا نظر بد سے بچانے کے لئے اس کے چہرے پر کالا

ٹیکہ لگانا منت کے طور پر لڑکے کے کان چھیدنا سرخ و پیلے رنگ کا دھاگا گلے میں لٹکانا بچہ کے سر کے چاروں طرف روپیہ یا زیور کئی بار گھما کر صدقہ اور بلائیں اتارنا بچہ کے بازو پر امام ضامن باندھنا کمر میں پٹہ اور تلوار لٹکانا آب زمزم پلانا نیاز و فاتحہ کرنا اور اسکی شیرینی تقسیم کرنا والدین کا سج سنور کر دولہا دلہن بننا جانور ذبح کرنے کے بجائے چاء پارٹی کا اہتمام وغیرہ یہ مروجہ رسومات غیر شرعی اور جاہلانہ ہیں ان رسوم کا اسلام سے ادنیٰ بھی تعلق نہیں ہے ہر مسلمان کو ان رسومات سے بچنا چاہئے۔

۞۞۞

اسلام میں ختنہ
اور
سائنسی تحقیقات

مردوں کے آلہ تناسل کے مقدم حصہ کے بڑھے ہوئے چمڑے کو کاٹ دینے کا نام ختنہ ہے یہ مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔

علم طب کے مطابق مردوں کے ختنہ کرنے میں کون سی حکمت وخوبی پوشیدہ ہے اور اس بارے میں حکماء اور ماہرین کے کیا خیالات ہیں ان پر نظر ڈالنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ کیونکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ

اسلام کے سارے قوانین وضوابط سائنٹیفک اور مبنی بر حکمت ومصلحت ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ رسول اللہ ﷺ زندگی گذارنے کا صحیح ترین اور محکم دستور حیات لے کر مبعوث ہوئے تھے یہ طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔

مردوں کے لئے ختنہ کرنا سنت ہے اور صحت بخش ودافع امراض بھی اسلام نے ختنہ کے لئے عمر کی تعیین نہیں کی ہے مگر بچپن ہی میں کرالینا زیادہ بہتر ہے۔

(۱) حضرت یحییٰ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے مہمان نوازی کی اور انہی نے سب سے پہلے اپنی مونچھوں کو چھوٹی کیا اور جب انہوں نے اپنے سر کے بال کو سفید ہوتے دیکھا تو سوال کیا اے میرے رب! یہ کیا ہے اللہ نے فرمایا یہ وقار ہے تو آپ نے فرمایا کہ:

"اللھم زدنی وقارا" اے اللہ میرے وقار کو زیادہ کر۔

(۲) ام عطیہ انصاریہ سے روایت ہے کہ مدینہ کی ایک عورت نے اپنا ختنہ کرادیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"تم اپنے کو تکلیف ومشقت میں نہ ڈالو کیونکہ یہ عورتوں کے لئے تکلیف دہ اور مردوں کے لئے راحت بخش ہے۔"[۱]

(۳) "عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الفطرۃ خمس الختان والاستحداد و قص الشارب و تقلیم الاظفار و نتف الابط"[۲]

فطرت پانچ ہیں ختنہ کرنا اور زیر ناف کے بال لینا اور مونچھ کتروانا اور ناخن کاٹنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔

---

[۱] ابوداؤد: ۳۶۸/۴ رقم الحدیث: ۵۲۷۱

[۲] صحیح بخاری کتاب اللباس باب قص الشارب: ۳۴۷/۱۰ رقم الحدیث: ۵۸۸۹

فطرت کے معنی میں اختلاف ہے امام خطابی نے کہا کہ اکثر علماء نے فطرت کے معنی سنت کے لئے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں اور بعض لوگوں نے فطرت سے دین مراد لیا ہے۔

اسی رویت میں الفطرۃ خمس ہے یعنی پانچ چیزیں دین اسلام یا سنت انبیاء ہیں۔حدیث میں مذکورہ سنتوں میں سے پہلی سنت ختنہ کرنا ہے یعنی مرد کے حشفہ (سپاری) کے اوپر کا مکمل چمڑا کاٹ دینا جس سے پورا حشفہ کھل جائے چونکہ اس چمڑے کے باقی رہنے سے بہت سے میل کچیل جمع ہوجاتے ہیں جو مختلف امراض کے پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے اور پیشاب سے مکمل صفائی بھی نہیں ہوسکتی۔

اس لئے شریعت نے اس کو کاٹ دینے کا حکم دیا نیز ختنہ کرانا انبیاء علیہم السلام کی ایک اہم سنت ہے کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں آیا جو غیر مختون ہو ان میں بعض پیدائشی اور فطری طور پر مختون تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اختتن ابراهيم عليه السلام بعد ثمانين سنة و اختتن بالقدوم''[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کے بعد مقام قدوم پر ختنہ کیا۔

نبی ﷺ کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں ابو نعیم اصفہانی نے حِلیہ کے اندر

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاستئذان باب الختان بعد الکبر: ۹۱/۱۱ حدیث: ۶۲۹۸ و کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالی ابراہیم خلیلاً: ۴۴۷/۶ حدیث: ۳۳۵۶ و مسلم کتاب الفضائل ابراہیم الخلیل علیہ السلام: ۳۳/۸ حدیث: ۲۳۷۰

[2] صحیح بخاری کتاب العقیقۃ ص: ۴-۵-۶

[3] زاد المعاد: ۳۵/۱

[4] نبی ﷺ کے ختنہ کے بارے میں تین اختلافی اقوال ہیں:

۱- پیدائشی طور پر آپ مختون تھے (یعنی ختنہ سے تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ذکر کیا ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے تھے اور حافظ عبد البر نے ''تمہید'' میں ابن عباسؓ کی نسبت سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

(گذشتہ صفحہ کا) اس سلسلہ میں ایک حدیث روایت کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے ابوالفرج ابن الجوزی نے اسے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں ذکر کیا ہے اس کے سوا کوئی صحیح حدیث اس باب میں نہیں ملتی

۲- دائی حلیمہ کے یہاں جس دن فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا اسی دن آپ کا ختنہ بھی ہوا تھا۔

۳- دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا ختنہ کروایا اور محمد نام رکھا اور اس موقع پر ایک دعوت بھی دی امام ابو عمر بن عبد البر الاندلسی کے قول کے مطابق اس باب میں ایک غریب حدیث بھی وارد ہے۔جس کا سلسلہ روایت عبداللہ بن عباسؓ تک پہونچتا ہے سند یوں ہے:

''حدثنا احمد بن محمد بن محمد بن احمد حدثنا محمد بن عیسی حدثنا یحی ابن ایوب العلاف حدثنا محمد ابن ابی السری العسقلانی حدثنا الولید بن مسلم عن شعیب عن عطاء الخراسانی عن عکرمۃ عن ابن عباس'' سلسلہ روایت میں محمد بن ابی السری العسقلانی بھی ہیں جو ابو حاتم کے مطابق ''لین الحدیث'' اور ابن عدی کے مطابق ''کثیر الغلط'' ہیں نیز سند میں ولید بن مسلم بھی ہیں جو ''مدلس'' ہیں انہوں نے عن عن کر کے روایت کی ہے لہذا حدیث صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ساتویں دن عبدالمطلب نے نبی ﷺ کا ختنہ کیا اس موقع پر دعوت دی اور محمد نام رکھا۔

یحی بن ایوب کہتے ہیں کہ ہر چند میں نے اس حدیث کی جستجو کی مگر سوائے ابن ابی السری کے کسی اور اہل حدیث کے یہاں جس سے میری ملاقات ہوسکی نہیں ملی مسئلہ کے اندر دو فاضل علماء نے موافق اور مخالف بحثیں کی ہیں ایک نے اپنی کتاب کے اندر دعوی پیش کیا ہے کہ آپ پیدائشی طور پر مختون تھے دلیل میں ایسی حدیثیں نقل کی ہیں جو بے سر پیر ہیں یہ مصنف کمال الدین بن طلحہ ہے اس پر تنقید کرتے ہوئے کمال الدین ابن العدیم نے لکھا ہے:

''آپ کا ختنہ عربوں کے دستور کے مطابق ہوا اور چونکہ عربوں میں اس کا عام رواج تھا اس لئے کسی متعین بیان کی ضرورت نہیں'' واللہ اعلم بالصواب

(توشہ آخرت زاد المعاد فی ہدی خیر العباد اول از امام ابن قیم الجوزیہ ص: ۵۸

[1] طبرانی نے 'اوسط' میں مرفوعا ابن عباس سے نقل کی ہیں لیکن ابن حجر رحمہ اللہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں فتح الباری: ۳۴۳/۱۰ نیز العمدۃ فی الاحکام فی معرفۃ الحلال والحرام ص: ۴۷

''ان عبد المطلب ختن النبی ﷺ فی الیوم السابع و جعلها مادبة و سماه محمد قال ابن عبد البر و قد قیل ان النبی ﷺ ولد مختونا ''[۲]

عبد المطلب نے ساتویں روز ختنہ کیا اور پھر آپ کی پیدائش کی خوشی اور اعزاز میں (اہل قبیلہ) کی دعوت دی اور آپ کا نام محمد رکھا اور ابن عبد البر نے کہا یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ [۳] اور امام ابن جوزی رحمہم اللہ نے اس واقعہ کو صحیح بتایا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا ختنہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے شق صدر کے وقت کیا تھا۔[۴]

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ختنہ کے وقت کی تعیین کے سلسلہ میں روایت نہیں ہے اور طبرانی ''اوسط'' میں ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے:

''سبع من السنة فی الصبی یسمی فی السابع و یختن''[۱]

بچے میں سات چیزیں سنت ہیں ساتویں روز اس کا نام رکھا جائے اور ختنہ کیا جائے۔

اور ابوالشیخ نے ولید بن مسلم کے طریق سے انہوں نے زبیر بن محمد سے انہوں نے منکدر یا کسی دوسرے سے انہوں نے جابر سے روایت کیا ہے:

''ان النبی ﷺ ختن حسنا و حسینا لسبعة ایام''[۱]

رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین کا ختنہ ساتویں دن کیا۔

ولید نے کہا میں نے امام مالکؒ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں لیکن ختنہ طہارت و پاکیزگی ہے اس کو جتنا پہلے کرے اتنا ہی اچھا

---

[۱] فتح الباری: ۱۰/۳۴۳ نیز بیہقی مرفوعا تخریج کی ہے۔

[۲] حوالہ مذکور

اور پسندیدہ ہے۔[۲]

امام احمدؒ نے غیر مختون کے سلسلہ میں ایک روایت ابن عباس سے نقل کی ہے کہ:

''اگر کوئی لڑکا مسلم گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اور غیر مختون حالت میں بالغ ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں البتہ زیادہ عمر کا یا کوئی بوڑھا شخص اسلام لے آتا ہے اور ختنہ کرنے کی صورت میں نقصان عظیم کا اندیشہ ہے تو اس سلسلہ میں اس کو رخصت ہوگی۔''

ختنہ کے طبی پہلو:- جدید طبی دنیا نے بھی ختنہ کرنے کو صحت کے لئے ضروری قرار دیا ہے اور اسی فوائد کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی تاکید کی ہے کیونکہ ختنہ نہ کرنے کی صورت میں خطرناک امراض کے ہونے کا امکان لاحق رہتا ہے امراض نسوانی کے سارے ماہرین نے بہت ہی صحیح لکھا ہے کہ:

''مسلمان اور یہود عورتوں کے رحم کے منہ میں کینسر بہت ہی کم ہوتا ہے''

ختنہ اور مروجہ رسومات:- دیگر رسم و رواج کی آہنی زنجیروں نے ختنہ کی رسم کی بھی مشکیں کس دی ہیں بعض مسلمان کے گھروں میں ختنہ کیا ہوتا ہے ایک شادی[۱] جیسا اہتمام کرتے ہیں اسراف و فضول خرچی اور رسومات تقریبا وہی کئے

---

[۱] آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ختنہ کی دعوت کا عام دستور اور معمول نہیں تھا اور اگر کوئی شخص اتفاق سے عرب جاہلیت کے رواج کے مطابق ختنہ کی دعوت کرتا تو صحابہ کرام اس دعوت ختنہ میں شرکت نہیں کرتے۔

''عن الحسن قال دعی عثمان بن ابی العاص الیٰ ختان فابیٰ ان یجیب فقیل له فقال انا کنالا ناتی الختان علی عهد رسول الله ﷺ ولا ندعی له''

رواه احمد باسناد ولا مطعن فیه الا ان فیه ابن اسحاق وهو ثقة مدلس و قد اخرجه الطبرانی فی الکبیر باسناد احمد باسناد آخر فیه حمزة العطار و ثقة ابن ابی حاتم و ضعفه غیره

جاتے ہیں جو عام شادیوں میں ہوتے ہیں اور اس التزام میں کتنے لوگ مقروض ہوجاتے ہیں اور کتنے لوگوں کی جائدادیں رہن پر رکھ جاتی ہیں یہ التزامات قطعادرست نہیں ہیں۔

۱ الروم: ۳۸

۱ بنی اسرائیل: ۲۵

۲ البقرۃ: ۱۷۷

۳ النحل: ۹۰